جدّ الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى
لهم مغفرة وأجر عظيم
مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان

جَدُّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناشر
مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان

کتاب	جَدُّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْن ﷺ
تالیف	پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری
طبع اول	27 رجب المرجب 1434ھ 7 جون 2013ء
تعداد	1100
مطبع	البغداد پرنٹرز فیصل آباد 8788807-41-92+
کمپوزنگ	کاشف محمود
ناشر	مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	نام	نمبر شمار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دیباچہ

درود پاک نہ صرف ذکر مصطفیٰ ﷺ بلکہ عبادت خداوندی بھی ہے۔ ایسی عبادت جس کے بغیر ہماری کوئی دُعا بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔

درود پاک کے مختلف صیغے احادیث طیبہ میں سکھائے گئے ہیں۔ اور پھر اولیاء کرام نے بہت سی تعبیرات تجویز فرمائی ہیں۔ انہی مقبول کلماتِ درود شریف میں سے ایک نادر خزانہ ''درودِ تاج'' کہلاتا ہے۔ اس کے ایک ایک حرف میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی انگنت لہریں مچل رہی ہیں۔ پیش نظر کتاب میں درود تاج کے خوبصورت الفاظ کو جمالیاتی تشریح کے آئینے میں سجانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ائمہ اربعہ، محدثین کرام، مفسرین عظام صوفیاء کرام کے علوم ومعارف سے کسب فیض کیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز، حکیم مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کی دانش وبصیرت اور محترم جناب ادیب رائے پوری کے علمی کام سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ یوں اسلاف کے لازوال علمی معارف اور روحانی خزانوں کا ایک حسین گلدستہ سجا کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ رب ذوالجلال اسے شرف قبولیت سے بہرہ ورفرمائے اور اس کا فیضان عام فرمائے۔

مولیٰ عزوجل اپنے حبیب مکرم شفیع معظم نور مجسم ﷺ کے طفیل حاجی محمد رفیق رحمۃ اللہ علیہ حاجی محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ اور انکی صاحبزادی رحمۃ اللہ علیہا (مدفونین جنت البقیع شریف) ان کے آباؤ اجداد اور خاندان کے دیگر مرحومین اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی بخشش اور انکے درجات بلند فرمائے۔ آمین

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان

دُرُودِ تاج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحمت والا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ

اے اللہ! درود پاک نازل فرما ہمارے آقا و مولانا حضرت محمد ﷺ پر

صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ ط

جو صاحب تاج و معراج ہیں۔ جو براق اور جھنڈے والے ہیں

دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ

جن کے وسیلے سے بلا، وبا، قحط، مرض اور

وَالْاَلَمِ ط اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ

دکھ دور ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کا نام نامی لکھا ہوا، بلند اور جڑا ہوا ہے رب کے نام سے

مَّنْقُوْشٌ فِى اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ط سَيِّدِ الْعَرَبِ

اور لوح و قلم میں نقش ہے۔ آپ ﷺ عرب و عجم کے سردار ہیں۔

وَالْعَجَمِ ط جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ

آپ ﷺ کا جسم مبارک نہایت مقدس، خوشبودار، پاکیزہ

سیدنا طٰسٓ ﷺ — سَیِّدُنَا جَدُّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ﷺ — سیدنا مرتضیٰ ﷺ

مُنَوَّرٌ فِی الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ شَمْسُ الضُّحٰی

اور خانہ کعبہ و حرم طیبہ میں نور کی کرنیں لٹاتا ہے ۔ آپ ﷺ اجالوں کے آفتاب

بَدْرُ الدُّجٰی صَدْرُ الْعُلٰی نُوْرُ الْهُدٰی کَهْفِ

تاریکیوں کے بدر کامل، بلندیوں کے صدرنشیں، ہدایت کے نور،

الْوَرٰی مِصْبَاحُ الظُّلَمِ جَمِیْلُ الشِّیَمِ

مخلوقات کی جائے پناہ، اندھیروں کے چراغ، اوصاف جمیلہ کے مالک

شَفِیْعُ الْاُمَمِ صَاحِبُ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

سب امتوں کے لئے شفاعت کرنیوالے اور صاحب جودوکرم ہیں۔

وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِیْلُ خَادِمُهٗ وَالْبُرَاقُ

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت فرمانے والا، جبریل امین آپ ﷺ کے خادم، براق

مَرْکَبُهٗ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَفَوْقَ سِدْرَةِ

آپ ﷺ کی سواری، معراج آپ ﷺ کا سفر، سدرۃ المنتہیٰ آپ ﷺ

الْمُنْتَهٰی مَقَامُهٗ وَقَابَ قَوْسَیْنِ مَطْلُوْبُهٗ

کی رہگزر کا ایک مقام، اور قاب قوسین آپ ﷺ کا مطلوب ہے۔

سیدنا حٰمٓ ﷺ — سَیِّدُنَا جَدُّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ﷺ — سیدنا مصطفیٰ ﷺ

وَالْمَطْلُوبُ مَقْصُوْدُہٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُہٗ

آپ ﷺ کا مطلوب ہی آپ ﷺ کا مقصود ہے اور مقصود آپ ﷺ کو حاصل ہے۔

سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ شَفِيْعِ

رسولوں کے سردار، نبیوں میں سب سے آخر آنیوالے، گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے

الْمُذْنِبِيْنَ اَنِيْسِ الْغَرِيْبِيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ

مسافروں کے غمخوار، دنیا جہان کے لئے رحمت،

رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِيْنَ شَمْسِ

عاشقوں کی راحت، مشتاقوں کی مُراد، خدا شناسوں کے آفتاب،

الْعَارِفِيْنَ سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِيْنَ

راہ حق پر چلنے والوں کے چراغ، مقربین کے رہنما،

مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَالْغُرَبَآءِ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

غریبوں، پردیسیوں، یتیموں اور مسکینوں سے محبت رکھنے والے،

سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ

جنّ و انس کے سردار، حرمین کے نبی، دونوں قبلوں (بیت المقدس و کعبۃ اللہ) کے امام

وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ

اور دنیا و آخرت میں ہمارے لئے وسیلہ کبریٰ ہیں۔ آپ ﷺ قربِ الٰہی میں قاب قوسین پر فائز ہیں۔

مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ

آپ ﷺ مشرقین اور مغربین کے رب کے محبوب ہیں ۔

جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَوْلٰنَا وَمَوْلَى

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے نانا جان، ہمارے آقا و مولا

الثَّقَلَيْنِ اَبِي الْقَاسِمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ ابْنِ

اور جنّ و انس کے سردار، ابوالقاسم حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ

عَبْدِ اللهِ نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللهِ ط يَاَيُّهَا

جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہیں۔ اے مشتاقانِ

الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ

چہرۂ جانفزا! نبی مکرم ﷺ کی ذات عالی پر لگاتار درود پاک کی سوغاتیں نچھاور کرتے رہو۔

وَاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط

نیز آپ ﷺ کی آل اطہار اور صحابہ کرام پر بہت درود و سلام بھیجو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَفْضَلَ الصَّلَوٰاتِ وَاَسْمَی الْبَرَکَاتِ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ

اے اللہ افضل ترین درود پاک اور اعلیٰ ترین برکات نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر۔

سورۃ احزاب میں یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (سورۃ احزاب آیت نمبر 56)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والواُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔''

ایک قول کے مطابق دو ہجری میں یہ حکم آیا۔ ابنِ ابی الصیف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماہِ شعبان حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا مہینہ ہے کیونکہ یہ آیت اسی مہینے میں نازل ہوئی۔

درود تاج پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ درود ابراہیمی کے ہوتے ہوئے کسی اور درود کی کیا ضرورت ہے جب کہ درود ابراہیمی نماز کے دوران تشہد میں پڑھا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا تعلیم فرمودہ ہے۔

یہ کم مائیگی علم کا اعتراف ہے ورنہ اگر یہ لوگ تعصب کی عینک اتار کر دیکھتے تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا۔ صحابہِ کرام حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود شریف پڑھنے کے طریقے دریافت کرنے کے لئے سوال کیا کرتے۔ اس سلسلے میں مختلف اور متعدد مواقع پر حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کو وقتاً فوقتاً جس طرح درود شریف پڑھنے کا طریقہ بتایا اور بعض لوگوں نے حضور سیدِ عالم ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر آپ ﷺ پر درود شریف پڑھے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کے ذریعے اکتالیس

درود شریف نقل فرمائے ہیں جن میں بعض طویل ہیں۔ ان میں سب سے طویل درود شریف حضرت امام زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ہے جسے آپ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک چادر کے نیچے جمع فرمایا تو ان کلمات سے دعا مانگی جو کہ درود پاک کی خوبصورت تعبیر ہے۔

اللھم قد جعلت صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك علی ابراھیم وآلِ ابراھیم اللھم انھم منی وانا منھم فاجعل صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك علیّ وعلیھم

"اے اللہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود نازل فرمایا اور رحمت و مغفرت فرمائی اپنی رضا سے انہیں نوازا اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اپنی بارگاہ عالی سے تُو درود ورحمت اور بخشش رضا سے مجھے اور انہیں سرفراز فرما۔"

(القول البدیع، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ)

(پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا):

یہاں سے معلوم ہوا کہ درود پاک کے مختلف صیغے اپنائے جا سکتے ہیں اور بلاشبہ درود تاج بھی ایک انتہائی خوبصورت درود پاک ہے جو صدیوں سے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رائج چلا آ رہا ہے۔

ہر ابتداء سے پہلے ، ہر انتہا کے بعد
ذاتِ نبی ﷺ بلند ہے ، ذاتِ خدا کے بعد

سَیِّدِنَا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَامَنْ اَنْتَ سَیِّدُنَا وَسَیِّدُ کُلِّ مَوْجُوْدٍ فِی الدَّارَیْنِ ؕ

درود پاک اور سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے وہ ذات گرامی جو ہم سب کے آقا ہیں اور دونوں جہان کی ہر چیز کے آقا ہیں۔

سَیِّدِنَا کا معنی ہمارے پیشوا، سردار، بزرگ۔ (لغات کشوری) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے لئے بولا جائے تو معنی ہے: ''ہمارے آقا و مولیٰ'' حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اولاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی برکت سے سادات کہلاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات کے سردار ہیں۔ آدم علیہ السلام کی سب اولاد سے برتر، کُل نبیوں کے سرور، دونوں جہانوں کے آقا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو ایک کمال سے متصف کیا اور کسی کو دوسرے کمال کا شرف عطا فرمایا لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو کمالات و درجات ایک ایک کر کے دیگر انبیائے عظام علیہم السلام کو بخشے وہ تمام کے تمام اپنی اعلیٰ ترین صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کئے۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الکونین اور سید العالمین ہیں۔ تمام جہانوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 107)

''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔''

اس طرح کھلا کہ تمام جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محتاج ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے لئے پیکر عطا و بخشش ہیں۔

کہیں وہ رنگ عطا کا نظر نہیں آتا
جہاں میں کوئی نبی سا نظر نہیں آتا

امام اعظم، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ نعمانیہ کا آغاز یوں کیا ہے:

یا سید السادات جئتك قاصداً
ارجو رضاك واحتمی بحماك

''اے سرداروں کے سردار، میں (ابوحنیفہ) آپ ﷺ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔ آپ ﷺ کی خوشنودی کا امیدوار ہوں۔ آپ ﷺ کی پناہ کا طالب۔''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم ﷺ کے سید السادات ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان مبدأ تعین الکلیم صلوات اللہ علیہ المحبیة الصرفة ومبدأ تعین الحبیب ﷺ المحبوبیة الصرفة ولاجل ذالك کان الکلیم علیہ السلام "رأس المحبین" والحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأس المحبوبین۔ (مظہری)

''حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا مبداء محبیۃ محضہ تھا اور حبیب مکرم ﷺ کے تعین کا مبداء محبوبیۃ کاملہ تھا۔ اسی لئے کلیم اللہ علیہ السلام عاشقوں اور محبوں کے سردار تھے اور حبیب ربِّ کبریا ﷺ جملہ محبوبوں کے سردار تھے۔''

ایک مرتبہ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جملے پر غور فرمائیں: ''کلیم اللہ علیہ السلام عاشقوں اور محبوں کے سردار (سیّد) تھے اور حبیب ربِّ کبریا ﷺ جملہ محبوبوں کے سردار۔''

بعض حضرات نبی اکرم ﷺ کے لئے لفظ ''سیّدنا'' برتنے کی مخالفت کرتے ہیں۔ انہیں اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہئے کہ قرآن وحدیث میں ''سیّد'' کا لفظ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے لئے تواتر اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں ہے:

انا سید الناس یوم الْقِیٰمَۃِ

''میں لوگوں کا سردار ہوں روز قیامت۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے:

انا سید ولد اٰدم یوم الْقِیٰمَۃِ

''میں روز قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔''

ترمذی شریف کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

انا سید ولد اٰدم یوم الْقِیٰمَۃِ ولا فخر

یعنی ''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔''

احادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ کی ذات گرامی کے لئے ''سیّدنا'' کے الفاظ کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر کے اعلیٰ تقاضوں کی رُو سے لازم ہے۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں، مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد
قتلِ حسین علیہ السلام اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

وَمَوْلٰنَا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلٰمُ عَلَیْكَ یَامَنْ اَنْتَ مَوْلٰنَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ ط

درود پاک اور سلام نازل ہو آپ ﷺ پر اے ہمارے آقا ﷺ اور دو جہاں کے آقا ﷺ

مولیٰ عربی کا لفظ ہے ۔لغات کشوری میں اس کے معنی محبت کرنے والا ، مددگار ، سردار، آقا اور مالک بیان ہوئے ہیں۔

بہر آئینہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی بارگہ اقدس میں آکر یہ لفظ عزّ و شرف پا گیا۔ جب تاجدار مدینہ ﷺ کے لئے استعمال ہوا تو خود اس لفظ کی حرمت میں اضافہ ہوگیا۔کچھ لوگ حضور اکرم ﷺ کے لئے لفظ مولانا کے استعمال پر اعتراض کرتے ہیں ،مگر یہ اعتراض بے معنی ہے۔خود قرآن حکیم اور احادیث طیبہ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین و محدثین عظام کی تصریحات سے اس لفظ کا استعمال واضح طور پر ثابت ہے۔

ایک حدیث پاک میں حضور پُرنور، فخرِ موجودات، سیّد السادات ﷺ خود اپنے لئے ''ولی'' کا لفظ استعمال فرما کر اس لفظ کو عزّ و شرف بخشتے ہیں۔ارشاد گرامی ہے:

من ترک مالا وضیاعا فانا ولیه

یہاں ولی کے معنی سرپرست، کفیل، مددگار اور آقا کے ہیں۔

(صحیحین)

اب وہ حدیثِ مبارک دیکھئے جو اہلِ تصوف و طریقت کے ہاں معروف و مسلّم ہے۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے رحمت للعٰلمین ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں:

من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ

''جس کا میں مولیٰ ہوں علی (کرم اللہ وجہہ) بھی اس کا مولا۔''

یہ حدیث شریف مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کی گئی ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''مولیٰ کا اطلاق بہت سے معانی پر آتا ہے جیسے ربّ، مالک، سیّد، منعم یعنی احسان کرنے والا، معتق یعنی غلام آزاد کرنے والا، ناصر یعنی مددگار، پڑوسی، چچازاد بھائی اور حلیف وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی دیگر مطالب ہیں اس لئے ہر ایک کے معنی مناسب مراد ہوں گے۔ جہاں '' اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم '' آیا ہے وہاں اس کے معنی ربّ تعالیٰ کے ہوں گے اور جہاں حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک پر آیا ہے جیسا کہ من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہٗ وہاں ناصر اور مددگار کے معنی میں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قول بدیع'' میں اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مواہب لدنیہ'' میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں لفظ ''مولیٰ'' بیان کیا ہے۔ پس ''مولانا'' کے معنی ہوئے: ہمارے آقا، ہمارے سردار، ہمارے کفیل اور کارساز۔

درود پاک نے قبر میں ساتھ دیا

حضرت شیخ جزولی صاحب ''دلائل الخیرات'' قدس سرہٗ کے وصال کو ستتر سال بعد قبر مبارک سے نکالا گیا اور سوس سے مراکش منتقل کیا گیا۔ جب آپ کا جسد مبارک کھولا گیا تو دیکھا گیا کہ آپ کا کفن بھی بوسیدہ نہیں ہوا تھا اور آپ بالکل صحیح وسالم ہیں جیسے کہ آج ہی لیٹے ہیں۔ نہ تو زمین نے آپ کو چھیڑا ہے نہ آپ کی کوئی حالت بدلی ہے بلکہ جب آپ کا وصال ہوا تھا تو آپ نے تازہ خط بنوایا تھا اور ستتر سال کے بعد جب آپ کا جسد مبارک نکالا گیا تو ایسے تھا جیسے آج ہی خط بنوایا ہے۔ کسی نے آپ کے رخسار مبارک پر انگلی رکھ کر دبائی تو اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور وہ جگہ سفید نظر آ رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ جگہ سرخ ہو گئی۔ جیسا کہ زندوں کے جسم میں خون رواں ہوتا ہے اور دبانے سے یوں ہوتا ہے۔ یہ ساری بہاریں درود پاک کی برکت سے ہیں۔ (مطالع المسرات)

مُحَمَّدٌ ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مَنْ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ ﷺ وَرَفَعْتَ ذِكْرَهٗ فِی الْعَالَمِیْنَ۔

اے اللہ! درود و سلام نازل فرما اس ذات گرامی پر جن کا نام نامی حضرت محمد ﷺ ہے اور جن کا ذکر تمام جہانوں میں تو نے بلند فرما دیا ہے۔ ؎

دل پہ جب اسم محمد ﷺ سے برستا ہے سرور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضور ﷺ

اسم محمد ﷺ کی عظمتوں کا نکھار صبح ازل سے آشکار ہے اور شام ابد تک اسکی جگمگاہٹ بڑھتی ہی رہے گی۔ اس نام سے خدا کو پیار ہے اور تخلیق کائنات کے سارے چشمے اسی نام کی پرچھائیاں بن کر امنڈتے ہیں۔ یہ نام صف پاک رسولاں میں جلی ہے اور دنیا کی ہر اک بات اسی نام کی برکت سے چلی ہے۔ لبوں پہ جب یہ نام آتا ہے تو روح مسکراتی ہے۔ زندگی بہاروں میں ڈوب ڈوب جاتی ہے۔ ؎

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
اور چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
اور نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حقیقت یہ ہے کہ اسم پاک محمد ﷺ کی تشریح و توضیح انسان کے بس سے باہر ہے خود رب ذوالجلال ہی اسم محمد ﷺ کی عظمت کو آشکار فرمانے والا ہے جو خود قرآن حکیم میں اعلان کر چکا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (سورۃ الم نشرح آیت نمبر 4)

یعنی" اے محبوب (ﷺ) ہم نے آپ (ﷺ) کا ذکر بلند فرما دیا"

اہلِ لغت بیان کرتے ہیں:

کل جامع بصفات الخیر یسمّٰی محمداً ﷺ

"جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہوا سے محمد ﷺ کہتے ہیں۔"

امام ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اسمِ محمد ﷺ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ان صیغة التفضیل تدل علی تجدد الفعل وحدوثه وقتا بعد آخر بشکل مستمر متجدداً آنا بعد آن وعلیٰ ذالك یکون محمد ﷺ معناه ای یتجدد حمده آنا بعد آن بشکل مستمر حتیٰ یقبضه الله تعالیٰ الیه۔ (خاتم النّبیین جلد اول ص115)

"تفضیل کا صیغہ کسی فعل کے بار بار ہونے اور لحہ بہ لحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اس میں استمرار پایا جاتا ہے یعنی ہر لحہ وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ نبیِ کریم ﷺ کی تعریف یا براہ راست اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے یا خود نبی پاک ﷺ کر سکتے ہیں۔ یہاں انبیاء علیہم السلام، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل اللہ سبھی دم بخود ہیں۔ چودہ سو برس میں دنیا کی ہر زبان آپ ﷺ کی نعتوں سے آراستہ ہوتی چلی آ رہی ہے۔ جو کچھ بیان ہو رہا ہے، نت نئے مضامین میں ڈھل کر سماعتوں کو لذت آشنا کر رہا ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا لیکن سمندر سیاہی بن کر ختم ہو جائیں تو بھی آپ ﷺ کی تعریف کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ سورۂ کہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○ (سورۃ کہف آیت نمبر 109)

"کہہ دو کہ اگر بحر کو روشنائی قرار دیا جائے کلمات رب کو رقم کرنے کے لئے تو بحر ختم ہو جائے کلمات رب ختم ہونے سے پہلے اگرچہ ویسا ہی اور اسکی مدد کو لے آئیں۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اہلِ تحقیق کے نزدیک ''ربّ کے کلمات'' سے مُراد حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل وکمالات ہیں اور آیت کے معنی یہ ہوں گے، اگر دنیا کے سب لوگ سمندروں کے پانی روشنائی بنا کر صفات و کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھتے رہیں تو یہ روشنائی ختم ہوجائے گی مگر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف ختم نہیں ہوں گے۔'' (مدارج النبوت جلد اوّل، باب سوم)

بناء بریں یہ بات واضح ہوگئی کہ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پھیلاؤ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہر زمانے اور ہر مقام پر نو بہ نو انداز میں ہوتا رہے گا۔ تعریف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نت نئے آہنگ ابھرتے رہیں گے۔ دنیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک کی تجلیاں ہمیشہ دیکھتی رہے گی اور کیوں نہ ہو کہ فرش سے عرش تک ہر سُو اسی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پرچم لہرا رہے ہیں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دیکھئے، چشم ولایت جو کچھ دیکھ رہی ہے وہی بتا رہی ہے:

اے کہ نامت را خدائے ذوالجلال
زد رقم بر جُبہۂ عرشِ بریں

یعنی اے وہ ذات گرامی جن کا اسم مبارک خدا نے عرش بریں پر لکھا ہے۔

عہد جدید کے نوجوان شاعر صبیح رحمانی کی ایک نظم ''اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

باعثِ کون و مکاں، زینتِ قرآں یہ نام
ابرِ رحمت ہے جو کونین پہ چھا جاتا ہے
دردمندوں کے لئے درد کا درماں یہ نام
لوحِ جاں پر بھی یہی نقش نظر آتا ہے
اک یہی نام تو ہے وجہِ سکوں، وجہِ قرار
اک یہی نام کہ جلتے ہوئے موسم میں اماں

ہے اسی نام کی تسبیح فرشتوں کا شعار
فخر کرتی ہے اسی نام پہ نسلِ انساں
ہے یہی نام تو میری شبِ یلدا کی سحر
جسم و جاں میں جو چراغاں ہے اسی نام کا ہے
بس اسی نام کی خوشبو ہے مرے ہونٹوں پر
بس یہی نام دو عالم میں بڑے کام کا ہے
عطر آسودہ فضا اور فضاؤں میں درود
خوشبوئے اسمِ محمد ﷺ کی حدیں لامحدود

چند اشعار مزید پڑھیئے:

سن کے جس نام کو جھک جائے عقیدت کی جبیں
جس کی نعلین کہ اتری نہ سرِ عرشِ بریں
نقطۂ نور، خطِ نور، سرِ خامۂ نور
ہے یہی نام اندھیروں میں اجالوں کا شعور
جس کے احساس کی خوشبو سے مہک جائیں دماغ
جس کو آواز دو ظلمت میں تو جل جائیں چراغ
جس نے دنیائے تمدن کے سجائے در و بام
جس پہ تہذیب نے بھیجا ہے درود اور سلام

جب مؤذن پانچوں وقت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا بھی اظہار واعلان کرتا ہے۔

وشق له من اسمه ليجله
فذو العرش محمود و هذا محمد ﷺ

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نام (محمود) سے حضور اکرم ﷺ کا نام (محمد ﷺ) رکھا تا کہ آپ ﷺ کی عزت وعظمت کا اظہار ہو۔

صَاحِبِ التَّاجِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْكَمَالِ ط

اے اللہ! درود و سلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو تاج والے اور کمال والے ہیں۔

حضور سید المرسلین ﷺ صاحب تاج ہیں۔ عظمتوں کا ہر تاج میرے آقا ﷺ کے سر پر سجا ہے۔ خدا نے عظمتیں بنائی ہیں اور اپنے محبوب ﷺ پر نچھاور کی ہیں۔ مخلوق میں کون ہے جو مصطفیٰ کریم ﷺ کی عظمتوں کا احاطہ کر سکے۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ خدا نہیں ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ کیا ہیں یہ بس خدا ہی جانتا ہے جس نے خود قرآن پاک میں کہہ دیا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○

(سورہ الم نشرح : آیت نمبر 4)

ساری کائنات مل کر سوچے یا کوئی فرد اکیلا مصطفیٰ کریم ﷺ کی عظمتوں کے تصور میں ساری مخلوق جس آخری چوٹی پر جا کر رکے گی وہاں بھی رب ذوالجلال کا یہ اعلان گونج رہا ہوگا (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○) کہ شان مصطفیٰ ﷺ کی عظمتیں ابھی اور آگے، بہت آگے ہیں۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ (سورۃ الضحیٰ :4)

''اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔''

یعنی ہر لحظہ میرے محبوب ﷺ آپ کی عظمتیں بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ ہر آن آپ ﷺ کا رب اک نئی شان آپ ﷺ کو دے رہا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔ (سورۃ الضحیٰ :5)

''اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔''

اور ہمیشہ وہ آپ ﷺ پر اپنی نوازشیں برساتا اور آپ ﷺ کو خوش کرتا ہی رہے گا۔
سچ یہ ہے کہ رب کی بارگاہ سے جتنے بھی تاج عظمتوں کے اترے ہیں، سبھی اسکے محبوب ﷺ کی قامت زیبا پر سجے ہیں۔ اور دیکھ لوائے دنیا والو! آج کوئی نہیں اس بھری کائنات میں جس کا دل محبوب خدا ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف نہ کر رہا ہو۔

''تاج'' کیا ہے؟ عظمت، شاہی کا عنوان اور فرمانروائی کی علامت۔ دنیا میں حکمرانی اور سلطنت کا شکوہ وجلال ہمیشہ تخت وتاج ہی سے ظاہر ہوتا آیا ہے۔ مگر پھر رفتہ رفتہ یہ تاج خود ایک تاریخ بن گیا۔ تصورات میں، داستانوں میں اور شاعری میں دھیرے دھیرے ایک جاندار اور مضبوط روایت کے طور پر لفظ تاج ایک لقب کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ تاج الاولیاء، تاج الاصفیاء، تاج المشائخ، تاج العارفین اور تاج العلماء جیسی روایت عام ہوئی۔

درود تاج میں اس لفظ کا استعمال موتیوں اور جواہرات سے سجے تاج کا حوالہ نہیں بلکہ ظاہری و باطنی عظمتوں کے عنوان سے برتا گیا ہے۔ آدمیت کے عزّ و وقار، شرفِ انسانیت کی بہار اور کونین کے اس تاجدار کا مقام ہی کچھ اور ہے: ؎

سب تاجدار سامنے اس تاجدار کے
آتے ہیں تاج اپنے سروں سے اُتار کر

یوں لفظ تاج نے عربی، فارسی اور اردو شاعری میں بطور علامت جگہ پائی۔ دیکھئے علامہ اقبال نے اس لفظ کا استعمال کس عمدہ طریقے سے کیا ہے:

نہ تخت و تاج میں، نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ ان کے در پُرنُور کی خاک کی ایک مٹھی میرے لئے تاج و نگیں سے کہیں بہتر ہے۔

یک کفِ خاک از در پُر نُورِ اُو
ہست ما را بہتر از تاج و نگیں

اسی طرح حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

اے خاک رہ تُو عرش را تاج
یک پایہ زقدِ تست معراج

''آپ ﷺ کی ذات تو وہ ہے کہ آپ ﷺ کے قدموں کی خاک عرش کے لئے تاج ہے اور آپ ﷺ کے جسدِ مبارک کا ایک قدم واقعہِ معراج کا عکاس ہے۔''

نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عرش ایک تخت ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلینِ مبارک اس کا تاج ہے

سریرِ عرش را نعلینِ اُو تاج
امینِ وحی و صاحبِ سرِ معراج

یعنی حضور نبیِ کریم، رحمت للعالمین، وجہِ کائنات ﷺ کی نعلینِ مبارک عرش کے لئے تاج کا مقام رکھتی ہے۔

صاحبِ درودِ تاج نے جو کچھ کہا ہے دنیائے علم وادب کی بہت سی بلند پایہ ہستیوں نے اسے اپنے انداز میں طرح طرح سے اُجاگر کیا ہے۔ ایک نثری شہ پارہ ملاحظہ کیجئے:

''عرصہِ داروگیرِ محشر میں جب جلالِ الٰہی کا آفتاب پوری تمازت پر ہوگا اور گناہ گار انسانوں کو امن کا کوئی سایہ نہ ملے گا اس وقت سب سے پہلے فخرِ موجودات، باعثِ خلقِ کائنات، سیّد اولادِ آدم، خاتم الانبیاء، رحمتِ عالم ﷺ ہاتھوں میں لواءِ حمد لے کر اور فرقِ مبارک پر، تاجِ شفاعت رکھ کر گناہ گاروں کی دستگیری فرمائیں گے۔''

(''سیرت النبی ﷺ'' ص 862)

یقیناً روزِ محشر تمام مخلوقات کی نگاہیں رحمتِ عالم ﷺ کی منتظر و متلاشی ہوں گی۔

حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں، طلب گارِ رحمت ہوں گی۔ اس دن تمام عظمت و بزرگی اور شفاعت و رحمت کا بڑا اعزاز اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم ﷺ کو عطا فرمائے گا۔ حضور اقدس ﷺ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہونگے اور اس کی حمد و ثناء کا حق ادا کریں گے تو خالق کائنات بھی سر اٹھانے کا حکم دے کر اپنا وعدہ پورا کرے گا جو اس دارِ فانی میں یوں کیا تھا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ○ (سورۃ الضحیٰ آیت نمبر 5)

''اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔''

پھر آپ ﷺ کے ہاتھ میں لواءِ حمد دیا جائے گا، سر پر تاجِ شفاعت رکھا جائے گا اور مقامِ محمود پر فائز کیا جائے گا۔ اسی موقع کے لئے حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

آتا ہے وہ جو صاحبِ تاج و سریر ہے
رونق فضا ہے، خلق کا جو دستگیر ہے

وہ دن حضور اکرم ﷺ کی سب عظمتیں اور شانیں اس طرح دکھائے گا کہ مخلوق کا ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ خدا کے محبوب ﷺ کی تعریف میں مگن ہو جائے گا۔ سچ کہا ہے مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

صاحب التاج سے مراد ہے کہ شبِ معراج، مراتب و بلندی کا تاج اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کے سر پر رکھا جو تھا ہی ان کے لئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں میں کیا کیا نہ تمنائیں اور آرزوئیں مچلتی ہوں گی لیکن یہ مرتبہ کسی اور پیغمبر کو عطا نہ ہوا کیونکہ یہ تو ازل سے نصیب تھا محبوبِ خدا ﷺ کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی منزل وادی طور تھی اور سیّد المرسلین ﷺ کی منزل مقام

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔شب معراج اللہ تعالیٰ نے بہت سی خلعتوں سے اپنے محبوب مکرم ﷺ کونوازا۔آپ ﷺ کی جبینِ سعادت پر شرف کا وہ تاج سجایا جو اس سے پہلے کسی کو میسر ہوا نہ اس کے بعد۔آپ ﷺ ختم الرسل ہیں،آپ ﷺ کے تاجِ شرف پر کونین کی ساری عظمتوں کے موتی سجے ہیں۔

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

''اور اللہ مخصوص فرماتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضلِ عظیم ہے۔''

(سورۃ بقرۃ: آیت 105)

اسی فضلِ خاص کا ذکر اللہ تعالیٰ بار بار اپنے محبوب ﷺ کے لئے فرماتا ہے، چنانچہ سورۃ النساء میں ہے:

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔

''اے حبیب ﷺ !اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر فضلِ عظیم ہے۔''

(سورۃ النسآء آیت نمبر 113)

اور سورۃ بنی اسرآءیل میں فرمایا:

اِنَّ فَضْلَہٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًا ○

''اے حبیب ﷺ یقیناً اس کا فضل وکرم آپ ﷺ پر بے حد ہے۔''

(سورۃ بنی اسرآءیل آیت نمبر 87)

شاہنشہِ اصفیاء محمد ﷺ

تاجِ سرِ انبیاء محمد ﷺ

وَالْمِعْرَاجِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى مَنْ اَكْرَمْتَهٗ بِالْمِعْرَاجِ ط

اے اللہ! درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اس ذات گرامی پر جسے تو نے عظمتِ معراج سے بہرہ ور فرمایا۔

چال تک معجز نما تھی آمنہ کے لعل (ﷺ) کی
ہر قدم، ہر سانس اِک معراج کا عنوان تھا

معراج حضور اکرم ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جس کی مثال کوئی اور اس کائنات کی تاریخ میں موجود نہیں۔ ازل سے ابد تک کا واحد منظر جس کا بیان بھی کسی اور کیلئے ممکن نہیں۔ ایک کمال جو خالق نے اپنی مخلوق کیلئے رکھا مگر صرف ایک ہستی کے سوا کسی کو اس کا اہل نہیں پایا۔ ایک فضیلت جو سب سے بڑی ہے اور جو پوری کائنات میں بس ایک ہی انسان کو مل سکی۔ ایک عظمت جس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں اور جس کیلئے خالق نے صرف ایک ہی ذات کو پیدا کیا۔ رب کائنات کا انمول فیضان اور بے مثل عطیہ جو اس نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو نوازا۔ معراج محبتوں کی منزل ہے۔ خالق کائنات کے حریم قدس میں انسان کی پہلی اور آخری باریابی۔ معراج قربتوں کی انتہاء ہے، یوں کہ ایک بندہ اپنے معبود کے جلووں میں گم ہے۔ معراج شان مصطفیٰ ﷺ کا ایسا رنگ ہے جس کی تابانیاں اپنی ندرتوں کے ساتھ کونین کے ہر افق پر جگمگا رہی ہیں اور دنیا صاحب معراج کی لامحدود عظمتوں کے حصار میں اپنے لئے عرش کا تحفہ اور معراج کا پیغام یعنی تسخیر کائنات کا فیضان سمیٹ رہی ہے۔ لو دیکھو سنو! اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے نوع بشر! میں نے تم پر سب سے بڑا احسان یہ کیا ہے کہ تم میں سے ایک فرد کو، جو تمہارا سید و سردار بھی ہے، چنا اور اسے عرش پر اپنے پاس بلا کر پوری نسل آدم کو سرفراز کر دیا۔

معراج ایک معجزہ ہے اور معجزہ کا تعلق عالم محسوسات سے نہیں، عالم غیب سے ہے۔ حواس کا عالم محدود اور مقید ہے جبکہ معجزہ کا جہان لامحدود ہے اور زمان و مکاں سے ماوراء؛ لہٰذا معجزۂ معراج سمجھنے سے زیادہ ماننے کی چیز ہے۔ معراج کا تعلق علم سے نہیں ایمان سے ہے۔ معراج تو وسیلہ ہے ایمان کا۔ یہ پرکھ ہے اولادِ آدم کے شعور و احساس کی۔ یہ رہنمائی ہے ان کیلئے تسخیر کائنات کی۔ معراج انسانی عظمتوں کا امین ہے۔ انسان کو زندگی کے نئے جہان دریافت کرنے کا حوصلہ، شعور اور راستہ اس سے ملا۔ حواس کو نئے افق، ادراک کو تازہ قوت اور فکر کو جدتِ تخلیق عطا ہوئی۔ جذبوں کو نیا آہنگ، شوق کو برق رفتاری اور زبان کو وسعتِ بیان ملی۔ جوں جوں وقت آگے بڑھے گا نوعِ انسانی کے سامنے حضور سید عالم ﷺ کے معجزۂ معراج کی عظمتوں سے نقاب سرکتا جائے گا۔ (اُمہ سیرت انسائیکلوپیڈیا، جلد 3)

؎ سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اللہ کے محبوب ﷺ حریمِ کعبہ میں آرام فرما رہے تھے کہ جبریلِ امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ سفرِ معراج شروع ہوا، سواری کے لئے براق پیش ہوا اور آپ ﷺ مسجدِ اقصیٰ پہنچے۔ سب انبیاء علیہم السلام کے امام بنے، پھر سوئے آسماں چلے۔ منزلوں سے گزرتے، انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات کرتے، انوارِ ربانی کی جلوہ گاہ تک پہنچے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ (سورۃ النجم آیت نمبر 8-9)

کا بیان کسی بشر سے ممکن ہی نہیں۔ یہ عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"پھر شاہدِ مستورِ ازل نے چہرے سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہِ ناز میں راز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت بارِ الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی: فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ۝" (سیرت النبی ﷺ جلد سوم)

قرآنِ کریم میں واقعہ معراج کے علاوہ بعض دیگر معجزانہ واقعات کا تذکرہ بھی موجود ہے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھائے جانے کا واقعہ۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر سورۂ نمل میں بڑے اہتمام سے کیا گیا ہے جس میں علم کتاب کے ذریعہ طویل فاصلے سے بھاری تخت پلک جھپکنے میں حاضر ہونے کا کرشمہ بیان ہوا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کے تحائف قبول کرنے سے انکار کردیا، وہ سمجھ گئی کہ آپ علیہ السلام بادشاہ نہیں ہیں اور آپ سے مقابلہ کرنے کی اس میں ہمت نہیں ہے لیکن ایمان لانے سے قبل وہ آپ علیہ السلام کے احوال کا خود مشاہدہ کرنا چاہتی تھی چنانچہ شاہی تزک واحتشام کے ساتھ آپ علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی۔ جب قریب پہنچ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ربّ کی قدرت کاملہ کا ایک بیّن ثبوت ملکہ کو دکھائیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے درباریوں سے فرمایا:

تم میں سے کون ملکہ سبا کا شاہی تخت اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لاسکتا ہے؟ ایک طاقتور جنّ نے عرض کی: مجلس برخواست ہونے سے قبل میں حاضر کرسکتا ہوں۔ ایک شخص جسے علم کتاب میسر تھا، بولا! آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت آپ علیہ السلام کے قدموں میں لا کر رکھ دیتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اجازت فرمائی اور جب آنکھ اٹھائی تو تخت سامنے موجود تھا۔

دیکھئے قارئین محترم! جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار کا ایک شخص علمِ طبعی کے تمام قوانین سے ماورا ہوکر پل بھر میں اتنی مسافت سے تخت اٹھا کر لاسکتا ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین سے افلاک کی بلندی پر اٹھائے جاسکتے ہیں تو خود ہی سوچئے کہ وہ ذات گرامی جو سیّد البشر ﷺ سرچشمہ کائنات اور محبوب خدا ﷺ ہیں وہ اپنے جسدِ اطہر کے ساتھ معراج کا سفر کیوں نہیں کرسکتے؟ ان کا مقام عظمت تو کائنات کی سب بلندیوں اور سب کرشموں سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے شبِ معراج آپ ﷺ ساری حدوں سے آگے مقام قاب قوسین او ادنیٰ پہ جلوہ گر ہوئے۔

وَالْبُرَاقِ

اے اللہ! درود وسلام نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر جو شب معراج براق پر سوار ہو کر بلندیوں پر گئے۔

براق اس سواری کا نام ہے جو شب معراج حضور اقدس ﷺ کے لئے جنت سے لائی گئی اور جس پر سوار ہو کر آپ ﷺ بلندیوں کی سمت چلے۔

نبی مکرم ﷺ کا مکتوب گرامی جب ہرقل قیصرِ روم کو ملا، وہ اس وقت ایلیا میں تھا۔ اس نے اپنے درباریوں سے کہا شہر میں تلاش کرو، اگر مکّہ کا کوئی باشندہ یہاں ہو تو اسے پیش کرو۔ اتفاق سے ابوسفیان، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا، اپنے تجارتی کارواں کے ہمراہ یہاں آیا ہوا تھا۔ ان لوگوں کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ قیصر نے ان سے پوچھا: مکّہ کے جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے اس کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا میں ان ﷺ کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔

قیصر نے ابوسفیان کو اپنے سامنے بٹھایا اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں سوالات کرنا شروع کر دیئے۔ باتوں باتوں میں موقع پا کر ابوسفیان کہنے لگا: اے بادشاہ! کیا میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں جس پر تمہیں حیرت ہوگی۔ قیصر نے کہا بتاؤ: ابوسفیان نے کہا: وہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایک رات حرم مکّہ سے روانہ ہو کر یہاں تمہاری مسجد میں آیا اور اسی رات مکہ مکرمہ واپس پہنچ گیا۔ ابوسفیان کا خیال تھا یہ بات قیصر نہیں مانے گا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

یہ بات سن کر پادریوں کا سردار اٹھا اور کہنے لگا میں اس رات کو جانتا ہوں جب وہ

(حضور ﷺ) یہاں آئے۔ قیصر نے پوچھا: تمہیں کیسے اس کا پتا چلا؟ بطریق بولا: سونے سے پہلے میں مسجد کے تمام دروازے بند کر کے سویا کرتا تھا۔ اس رات بھی میں نے سارے دروازے بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے سب حاضرین کو بلایا تا کہ مل کر اس دروازے کو بند کر سکیں۔ ہم نے بہت زور لگایا لیکن اسے بند نہ کر سکے۔ آخر طے پایا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا، صبح کسی معمار کو بلا کر اسے درست کرائیں گے۔ ہم سب چلے گئے۔

صبح سویرے جاگ کر میں اس دروازے کی جگہ پہنچا، میں نے دیکھا کہ دروازے کے ایک کونے میں جو پتھر تھا اس میں تازہ تازہ کسی نے سوراخ کر دیا تھا۔ وہاں ایک چوپائے کے بندھنے کے نشان بھی تھے۔ میں نے جب کواڑ بند کئے تو آسانی سے بند ہو گئے۔ اس سے مجھے اُس بات کی تصدیق ہوئی، جو میں نے قدیم کتابوں میں پڑھی تھی، کہ ایک نبی بیت المقدس سے آسمان کی جانب عروج فرمائے گا۔ (''انسان العیون'' جلد اول، ص353)

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، ترمذی شریف اور ابنِ جریر طبری لکھتے ہیں: جب آپ ﷺ نے براق پر سوار ہونے کا قصد کیا تو براق نے شوخی کی، جبریل علیہ السلام نے کہا: کیوں شوخی کرتا ہے؟ تیری پشت پر آج تک محمد ﷺ سے زیادہ خدا کے نزدیک برگزیدہ کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ یہ سن کر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔

ے رکھا ہے زینِ روحِ امیں علیہ السلام نے براق پر
جائیں گے آپ ﷺ گنبدِ نیلی رواق پر

سیّد سلیمان ندوی کے خوبصورت الفاظ پڑھئے:

''شبِ معراج رضوانِ جنت کو حکم ہوا، آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے کہ شاہدِ عالم آج یہاں مہمان بن کر آئے گا۔

روح الامین علیہ السلام کو پیغام پہنچا کہ وہ سواری، جو بجلی سے تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے اور جو خطّہِ لاہوت کے مسافروں کے لئے مخصوص ہے، حرم ابراہیم (کعبہ) میں لے کر حاضر ہو۔"

"کارکنانِ عناصر کو حکم ہوا کہ مملکتِ آب و خاک کے تمام مادی احکام وقوانین تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دیئے جائیں اور زمان و مکان، سفر و اقامت، رؤیت و سماعت، تخاطب و کلام کی تمام پابندیوں کو اٹھا دیا جائے۔" (سیرت النبی ﷺ جلد سوم :406)

براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی وہاں قدم رکھتا۔ حضور اکرم ﷺ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور جس حلقے سے انبیاء علیہم السلام کی سواریوں کو باندھا جاتا تھا براق کو باندھ دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ مسجدِ اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں جملہ انبیاء علیہم السلام سابقین حضور سیّد عالم ﷺ کے لئے چشم براہ تھے۔ حضور اقدس ﷺ کی اقتدا میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح ارواحِ انبیاء علیہم السلام سے روز ازل جو وعدہ لیا گیا تھا، کہ: لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (آل عمران: آیت 81) "تم میرے محبوب ﷺ پر ضرور ایمان لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا۔" کی تکمیل ہوئی۔ ازاں بعد مرکب ہمایوں بلندیوں کی طرف پر کشا ہوا۔

امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس منظر کو اپنے ایک شعر میں بہت خوب انداز میں پیش کیا:

آپ ﷺ بالائے براق آتے ہیں اور روحِ امیں علیہ السلام
بوسہ دیتے ہوئے بالائے قدم آتے ہیں

وَالْعَلَمِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَامَنْ بِیَدِہٖ لِوَآءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

اللہ کریم درود پاک نازل فرمائے آپ ﷺ پر اے وہ ہستی جن کے ہاتھ میں روزِ محشر حمدِ الٰہی کا پرچم ہوگا۔

حضور سیّد عالم، فخرِ کون و مکان، وجہِ وجودِ کائنات، خاتم المرسلین ﷺ کی زبانِ گہر بار نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن میں پیغمبروں کا امام اور شفاعتِ کبریٰ کا تاجدارِ نبوت ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ میرے ہی ہاتھ میں ''لواء الحمد'' (علَم) ہوگا اور اس پر فخر نہیں۔ آدم علیہ السلام اور تمام پیغمبر علیہم السلام میرے علَم کے نیچے ہوں گے اور اس پر فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں ہی قبر سے باہر آؤں گا۔ جب وہ خدا کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کی طرف سے بولنے والا میں ہوں گا، جب وہ نااُمید ہوں گے تو ان کو خوشخبری سنانے والا میں ہوں گا۔ اس دن خدا کی حمد کا علَم میرے ہاتھوں میں ہوگا۔ (ترمذی شریف، مناقبِ نبوی ﷺ)

اس حدیثِ مبارک میں واضح طور پر لواء الحمد کا ذکر براہ راست زبانِ نبوت سے ہو رہا ہے۔ روزِ محشر لواء الحمد حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نیز ساری اولادِ آدم اسی پرچم کے سائے تلے ہوں گے۔

دارمی، مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے جس میں سرورِ کشورِ رسالت ﷺ نے فرمایا:

اذا یئسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی (دارمی، مشکوٰۃ شریف، ص 514)

''قیامت کے دن جب لوگ مایوس ہوں گے ،عزت وکرامت کی
کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور حمد کا جھنڈا بھی اس دن میرے
ہاتھ میں ہی ہوگا۔''

روزِ محشر نبی اکرم ،سیّد المرسلین ﷺ عرش الٰہی کے سائے میں جلوہ گر ہونگے اور تمام اولیاء و اصفیاء ،صدّیقین وشہداء، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، انبیاء علیہم السلام اس علَم کے گرد جمع ہوں گے جو عالمِ ظہور کے فرماں روا اور حریمِ غیب کے پردہ کشا کے ہاتھ میں ہوگا۔اور کیوں نہ ان کے دستِ اقدس کولواء الحمد مرحمت فرمایا جاتا کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین پر توحید کا جوعلَم بلند کیا اسے قیامت تک بلند رہنا تھا جس کی سربلندی کے لئے بدر سے لے کر میدانِ کربلا تک خون کا نذرانہ پیش کیا جاتا رہا۔

ترکِ درود پاک بدبختی کی علامت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوئے کہا آمین۔ یوں ہی دوسری اور تیسری سیڑھی پر آمین کہی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تین بار آمین کہنے کا کیا سبب ہوا تو فرمایا: جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا تو جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: بد بخت ہوا وہ شخص جس نے رمضان المبارک پایا، رمضان المبارک نکل گیا اور وہ روزے نہ رکھ کر بخشش سے محروم رہا میں نے کہا آمین! دوسرا بد بخت وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی میں والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا - میں نے کہا آمین! تیسرا وہ شخص بد بخت ہے جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر پاک ہوا اور اس نے آپ پر درود پاک نہ بھیجا ،تو میں نے کہا آمین!

(بخاری شریف)

دَافِعِ الْبَلَآءِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ حِصْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْاٰفَاتِ وَالْبَلِیَّاتِ ط

اے اللہ! درود و سلام نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر جو اہل ایمان کے لئے آفات اور بلاؤں سے جائے پناہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو حق اور باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے انہی کو حق کا فیض پہنچتا ہے۔ خدا نے جس کی روح میں کسوٹی رکھ دی ہے وہ یقین اور شک میں تمیز کر لیتا ہے۔ جو دل ریا سے پاک ہو وہ صدق اور کذب کا ذائقہ جان لیتا ہے۔

دافعِ البلاء کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس بندے سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔ اب ذرا سوچئے جب خدائے ذوالجلال کسی ایک عام بندے سے لوگوں کی حاجت روائی کا کام لے لیتا ہے تو پھر وہ ہستی اعلیٰ جس کو ساری کائنات کے لئے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا اس کے لئے بلاؤں کا، وباؤں کا، قحط کا، مرض کا یا رنج و الم کا دور کر دینا کیا مشکل ہے؟ رحمت کا مفہوم انہی لامحدود وسعتوں پر محیط ہے۔

اب یہ سوال کہ کیا بندہ حاجت روا ہو سکتا ہے، نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں سمجھئے:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علیٰ قضاء حوائج الناس

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔ (بیہقی فی الشعب عن ابی عمر رضی اللہ عنہ)

اس حدیث طیب سے واضح ہے کہ بندہ خدا کی توفیق سے لوگوں کی حاجت روائی کرتا ہے، اب یہ تو صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ عام بندوں سے کہیں بڑھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کو فضیلتیں اور اختیارات دیتا ہے اور پھر ذرا سوچئے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سرور کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو کیسی بڑی عظمتیں اور کتنے اعلیٰ اختیارات دیئے ہونگے۔ حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کے سب خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائیں اور مخلوق میں اپنی نعمتیں تقسیم فرمانے کا منصب بخشا۔ ارشاد باری تعالیٰ: مَآ اٰتَاھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ۔ سے عیاں ہے کہ ہر نعمت انسانوں کو خدا کی بارگاہ سے بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ ہی ملتی ہے۔ پس آفات و مصائب اور تکالیف سے نجات کے لئے حضور اقدس ﷺ کارساز امت ہیں۔

چند واقعات دیکھئے:

(1) جب مشرکینِ مکّہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو آگ میں ڈال دینا چاہا تو نبی کریم ﷺ موقع پر پہنچے اور اپنا دستِ کرم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیا اور دُعا فرمائی:

یا نار کونی بردا وسلما علیٰ عمار کما کنت علیٰ ابراھیم علیہ السلام

تقتلك الفئة الباغية (اوکما قال النبی ﷺ)

فرمایا: ''اے آگ عمار رضی اللہ عنہ پر ٹھنڈی ہو جا جیسے تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔ اے عمار رضی اللہ عنہ تیرے مرنے کا یہ وقت نہیں بلکہ باغیوں کا ایک گروہ تجھے قتل کرے گا''

(طبقاتِ ابن سعد، کنز العمال، خصائص الکبریٰ جلد دوم ص 80 زرقانی جلد پنجم ص 193)

آپ ﷺ کا فرمان سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی، بعد ازاں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے شامی باغیوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔

دیکھئے آگ کا فطری عمل جلانا ہے، لیکن اہلِ ایمان کا عقیدہ یہ ہے کہ آگ میں

جلانے کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اور وہ اس کی صفت (جلانا) کو مٹا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ نمرود کی جس طرح آگ سرد ہوگئی تھی یہاں بھی حضور اکرم ﷺ کی برکت سے ایسا ہی اثر ہوا۔

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر ایک دعوت میں جس دسترخوان پر اللہ کے محبوب ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور جس رومال سے ہاتھ پونچھے تھے وہ دسترخوان اور رومال آگ میں ڈالے گئے مگر نہ جلے۔

(3) حضرت امِ جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور رحمتِ عالم ﷺ کو منیٰ میں رمی جمار کے وقت دیکھا، ایک خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ہمراہ آسیب زدہ بیٹا تھا، اس کی ماں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے اس لڑکے پر بلاء مسلط ہوگئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پانی لاؤ۔ وہ ایک برتن میں پانی لے آئی، آپ ﷺ نے برتن میں کلّی کی اور دُعا بھی فرمائی اور فرمایا: اس لڑکے کو پانی پلاؤ اور اس سے غسل دو۔ اُمِ جندب رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ جب وہ عورت چلی گئی تو میں بھی اس کے پیچھے گئی اور اس عورت سے کہا کہ اس میں سے تھوڑا پانی مجھے بھی دے دے۔ اس عورت نے کہا: لے لو۔ میں نے وہ لے کر اپنے بیٹے عبداللہ کو پلا دیا تو ماشاء اللہ وہ زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا۔ پھر میں اس عورت سے ملی تو معلوم ہوا اس کا بیٹا اچھا ہوگیا تھا اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں ایسا ہوگیا کہ اس جیسا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ وہ عقل وفراست میں اوروں سے بڑھ گیا تھا۔

(تفسیر بیہقی، مسند احمد، خصائصِ کبریٰ جلد دوم، ص38)

(4) دنیاوالوں پر عذابِ الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی بلا نہیں ہے۔ اگر کوئی قوم عذاب کی مستحق ہوجائے تو عذاب آنا یقینی ہے لیکن حضور رحمت للعالمین ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کفار پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (سورۃ الانفال آیت نمبر 33)

"اللہ تعالیٰ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب ﷺ آپ ﷺ ان میں تشریف فرما ہیں۔"

آیت کا مفہوم واضح ہے کہ کافروں پر سے عذاب روک دیا گیا صرف اس لئے کہ اللہ کے محبوب ﷺ ان میں تشریف فرما ہیں ۔ جو ذات کفار پر سے عذاب کو ٹالتی ہے ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے طفیل کیا کچھ نہ ٹالے گا۔

(5) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

امرأة جاءت بابن لها الیٰ رسول اللہ ﷺ فقالت یارسول اللہ ان ابنی به جنون وانه لیا خذه عند غدائنا وعشائنا فمسح رسول اللہ ﷺ صدره ثعّه فخرج من جوفه مثل البحر والاسود یسعی

''ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے اس بیٹے کو جنّ چمٹا ہوا ہے اور اسے صبح وشام پریشان کرتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا، اسے فی الفور قے شروع ہوگئی اور اس کے پیٹ سے کالے پلّے جیسی ایک چیز نکلی جو اِدھر اُدھر دوڑتی پھرتی تھی۔

(دارمی، مشکوٰۃ شریف، شفا شریف ص214 جلد اوّل، زرقانی علی المواہب جلد پنجم، ص185)

کئی احادیث طیبہ میں آپ ﷺ کے دستِ کرم سے لوگوں کو فیض پہنچنے اور بلائیں دور ہونے کا ذکر موجود ہے۔ان احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اپنے قاسمِ نعمت ہونے کا منصب بیان فرمایا:۔

وَاللّٰهُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ۔

''بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ دیتا ہے اور مجھے اس نے بانٹنے والا بنایا ہے۔''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا:

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشئ رحمت کا قلمدان گیا

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

وَالْوَبَآءِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَنْ بِبَرَكَۃِ وُجُوْدِہٖ یُطْفَأُ حَرُّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَۃِ ؕ

درود پاک اور سلام ہو آپ ﷺ پر اے وہ ذات گرامی جن کے وجود اقدس کی برکتوں سے وباؤں کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

مدینہ دارالھجرۃ بننے سے پہلے یثرب کہلاتا تھا۔ یثرب کا ماٰخذ ثرب ہے جس کے معنی فساد کے ہیں، یعنی وہاں کی ہر چیز فاسد تھی۔ جو وہاں آتا یثرب کی آب و ہوا میں شدید امراض میں مبتلا ہو جاتا۔ جو کوئی بیمار ہوتا لوگ اسے ملامت کرتے کہ تو یہاں زہریلے بخار میں مبتلا ہونے کے لئے آیا تھا۔

مکّہ والوں نے اہلِ ایمان پر جب ظلم و تشدد کی انتہا کر دی تو ہجرت کا عمل شروع ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ہجرت فرما کر یثرب پہنچے تو وہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اس دم انہیں مکہ مکرمہ بہت یاد آیا، یہاں تک کہ دافع البلاء رحمت للعالمین ﷺ سرزمینِ یثرب میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ ﷺ کے مبارک قدموں کی برکت سے یثرب مدینہ منورہ بن گیا اور یہاں کی بیماریاں دور ہو گئیں۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے:

غبار المدینۃ شفاء من الجذام

''مدینے کا غبار جذام سے شفاء ہے۔''

(الوفاء لابن الجوزی جلد اول، ص 253، وفاء الوفاء، سمھودی جلد 1 صفحہ 67)

رسول اللہ ﷺ کے طفیل بلاء، وباء، قحط، مرض اور اَلَم کے دفع ہونے کی صداقت پر کئی احادیث طیبہ شاہد ہیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور

حضرت بلال رضی اللہ عنہ دونوں کو سخت بخار ہوگیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ کو بتایا اور آپ ﷺ نے دُعا فرمائی:

اللّٰھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد حبًا
و صححھا و بارك لنا فی صاعھا ومدّھا و انقل حُمّاھا
فاجعلھا بالجحفۃ

"یااللہ! مکّہ مکرمہ کی طرح مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے، بلکہ مکّہ سے زیادہ اور مدینہ طیبہ کی آب و ہوا ہمارے لئے درست فرمادے اور اس کے صاع اور مُد یعنی غلّے میں ہمارے لئے برکت فرما اور مدینہ کی بیماریاں **جُحفہ** کی طرف منتقل فرمادے۔"

(بخاری شریف جلد اول، ص559)

رنج و اَلم، بیماریاں ہوں یا آفات و مصائب، نبی اکرم ﷺ نے تمام ظاہری و باطنی امراض سے انسانوں کو نجات دلائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ جب آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا جہان کی بلائیں، آفتیں، وبائیں اور تکلیفیں آپ ﷺ کی رحمت سے دور نہ ہوجائیں۔ ذرا سوچئے کیا رحمت کی جنبش اور دستِ رحمت کے اٹھنے کے بعد بلاء، وباء، قحط، مرض اور الم کو کہیں ٹھہرنے کی جگہ مل سکتی ہے؟ سچ ہے:

ان ﷺ کے غلام کو نہیں خوف و خطر، غم و ملال
حشر کے واقعات میں، دہر کے حادثات میں

وَالْقَحْطِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا کَوْثَرَ الْبَرَکَاتِ وَغَیْثَ الْخَیْرَاتِ ط

درود پاک اور سلام نازل ہو آپ ﷺ پر اے وہ ذات گرامی جو برکتوں کی فراوانی اور خیرات کی بارش ہیں۔

حضور سید کونین ﷺ تمام جہانوں کیلیئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ پوری کائنات محمد عربی ﷺ کی رحمتوں کا دسترخوان ہے۔ جس کو جو کچھ ملتا ہے اسی دسترخوان سے ملتا ہے۔ اب جو شخص حضور قاسم نعمت ﷺ کے جتنا قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ پائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ:

اٰتٰـھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (سورۃ التوبہ آیت نمبر 59)

''یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دیا اور اسکے رسول ﷺ نے دیا''۔

اَغْنٰـھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (سورۃ التوبہ آیت نمبر 74)

''یعنی ان لوگوں کو خدا نے اور اسکے رسول ﷺ نے دولتمند بنایا۔''

نیز دیگر بہت سی آیات کریمہ دوٹوک انداز میں بتارہی ہیں کہ ساری دنیا کو رزق ہمیشہ رحمت عالم ﷺ کے صدقے، آپ ﷺ کی نسبت سے اور آپ ﷺ کے دست اقدس سے عطا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اور اس کے محبوب ﷺ کے ہاتھوں بٹتا ہے۔ پس کھلا کہ عام دنوں میں خوشحالی کا موسم ہو یا قحط اور بدحالی کا عالم، ہر دو صورتوں میں رحمت کونین ﷺ کی ذات اقدس کا سہارا سب دنیا والوں کو میسر رہتا ہے۔ قحط میں بارانِ رحمت مصطفیٰ کریم ﷺ

کے وسیلے ہی سے اترتا ہے اور موسموں کی شادابی سب میرے آقا ﷺ ہی کا فیضان ہے۔

(اپنا رزق بڑھایئے: صفحہ 270)

احادیث طیبہ میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ میں قحط سالی اُتر آئی، لوگ پریشان ہوئے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں بارانِ رحمت کی التجا لیکر آئے۔ حضور سید کونین ﷺ نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ رحمتوں کی برکھا امنڈ آئی اور کرم کا مینہ برسنے لگا۔

ادھر اٹھائے نہ تھے ہاتھ التجا کے لئے
اُدھر سے دستِ کرم بڑھ گیا عطا کے لئے

پھر اگلے جمعہ تک بارش برستی رہی۔ لوگ حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

اللّٰھم حوالینا ولا علینا

"یا اللہ ہمارے اطراف پانی برسا ہمارے اوپر نہ برسا۔"

دیکھتے ہی دیکھتے بادل چھٹ گیا اور صاف آسمان نظر آنے لگا۔ مدینہ منورہ میں بارش رُک گئی اور آس پاس جاری رہی۔ قحط دور ہوا اور خوشحالی آ گئی۔

(بخاری شریف جلد اول ص 140-141-506)

اس موقع پر حضور سیّد عالم ﷺ کو چچا ابوطالب یاد آئے اور فرمایا:

لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسرّه

"اگر آج ابوطالب ہوتے تو اس سے انہیں خوشی ہوتی۔"

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! گویا آپ ﷺ ابوطالب کے اس شعر کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجھه
ثمال الیتامیٰ، عصمة للارامل

"جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی
ہے، یتیموں کی سرپرستی کرنے والا اور بیواؤں کی پناہ گاہ۔"

آپ ﷺ نے سن کر فرمایا: اجل (ہاں) (ابنِ ہشام جلد اول، ص300)

سیرت ابنِ ہشام اور دیگر کتب سیرت میں حضور ﷺ کے بچپن کا ایک منظر یوں بیان ہوا ہے کہ بارش کے لئے حضور رحمت للعالمین ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رحمتِ عالم ﷺ کو، جب آپ کم سن تھے، خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے کر دیا، پھر اس چہرہ انور کی طرف دیکھا اور اس کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے ابرِ کرم بھیج دیا۔ سبحان اللہ! وہ کیا حسین منظر ہو گا جب ننھے حضور ﷺ دیوار کعبہ کے ساتھ لگے خاموش کھڑے ہونگے اور سب مکہ والے آپ ﷺ کے اِرد گرد حلقہ باندھے کرم کے منتظر۔ نگاہ آسمان کی طرف اٹھی ہوگی اور دیکھتے ہی دیکھتے خدا کی رحمتوں کا سمندر چھلک پڑا ہوگا۔ وہ بچپن تھا کہ خاموشی سراپا معجزہ تھی اور اب یہ عالم ہے کہ نہ صرف مکہ و مدینہ بلکہ سارا حجاز اور اس سے بڑھ کر سارا عالم حضور ﷺ کی عظمتوں کے پھریرے ہر سُو لہراتے دیکھ رہا ہے۔ زمین سے آسماں تک اور عرش بریں کی رفعتوں میں انہی کی شانِ محبوبی ضوریز ہے ہر دم۔ خدا ہر سُو انہی کے ذکر کا چرچا سجائے جا رہا ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

وَالْمَرَضِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِھَا وَعَافِیَةِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآءِھَا۔

اے اللہ درود پاک نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو دلوں کے لئے طبّ اور دوا ہیں اور ابدان کے لئے عافیت اور شفا ہیں۔

(1) غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ حضور سیّد کونین ﷺ نے انہیں بلایا۔

فبصق رسول اللہ ﷺ فی عینیہ ودعالہ فبرء حتیٰ کان لم یکن بہ وجع

"اور اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈال دیا اور دعا فرمائی تو وہ فوراً تندرست ہو گئے، گویا درد چشم ہوا ہی نہ تھا۔" (بخاری شریف، ص606)

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو خود انہی کی زبان سے یوں روایت کیا گیا ہے:

رُمیت بسھم یوم بدر ففُقعت عینی فبصق فیھا رسول اللہ ﷺ ودعا لی فما اٰذانی منھا شیئ

"بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا، حضور اقدس ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور دُعا فرمائی، پس مجھے ذرا بھی تکلیف نہ رہی اور آنکھ بالکل درست ہو گئی۔" (خصائص الکبریٰ جلد اول، ص605)

(2) جنگِ بدر میں ابوجہل نے حضرت مسعود بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ دیا تو وہ اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر لعاب دہن لگایا اور جوڑ دیا۔ وہ اسی

لمحے جڑ گیا، اس طرح کہ جیسے کٹا ہی نہیں تھا۔

فجاء یحمل یده فبصق علیها رسول اللہ ﷺ والصقها فلصقت۔ (شفاء شریف جلد اول، ص213)

(3) غزوہ خیبر کے دن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع کی پنڈلی پر ایسی ضرب لگی جو اتنی شدید تھی کہ لوگوں کو گمان ہوا شہید ہو گئے، خود فرماتے ہیں:

فاتیت النبی ﷺ فنفث فیه ثلاث نفثات فما اشتیکتها حتی الساعة

''میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس پر دَم فرمایا، پھر پنڈلی میں کبھی درد نہیں ہوا۔''

(بخاری شریف جلد دوم، ص205)

(4) ''شفاء شریف'' میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنگِ احد میں حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ بن حصین کو لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ایک تیر لگا تھا

فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم فیه فبرء

''حضور ﷺ نے لعاب دہن لگایا، وہ فی الفور اچھے ہو گئے۔''

(شفاء شریف، امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ)

ان تمام واقعات اور دیگر بہت سی احادیث مطہرہ سے واضح ہے کہ شدید سے شدید ضرب، گہرے سے گہرا زخم، نسیان کا مرض، نابینائی غرض کوئی تکلیف ایسی نہیں تھی جس میں مبتلا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس ﷺ میں آیا ہو اور شفا سے محروم رہا ہو۔

بر دامنِ طیبہ است دعائے تو گہر ریز
آب است و صفاہا و تراب است و شفاہا

وَالْاَلَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ ؕ

اے اللہ درود پاک نازل فرما ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ پر جو غمگین دلوں کے سرور ہیں۔

دوستو! ذرا سوچو وہ ذات گرامی جن کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے اعجاز مسیحائی دیا ہو، مخلوق خدا کے رنج وآلام دور کرنے میں خود اس ہستی کا اپنا مقام کیا ہوگا۔

حضور سید الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفار مکہ نے جو بے پناہ مظالم ڈھائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس استقلال اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جور وستم برداشت کئے وہ تصویرِ الم کا ایک رخ ہے اور حضور رحمتِ عالم ﷺ کی برکت سے اہل ایمان کے سب رنج والم دور ہو گئے، یہ فیضان کرم کا الگ سلسلہ۔غلامی کی زنجیریں ایک ایک کر کے ٹوٹ گئیں، عرب کے بدّو سلاطینِ زمانہ کے مقابل اس شان سے کھڑے ہوئے کہ ان کے احترام میں تخت خالی ہو گئے اور تاج قدموں میں رکھ دیئے گئے۔

قربان جایئے ان عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ پر، ان وفا کیش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جنہوں نے دینِ حق اختیار کیا اور اس کی اشاعت وحفاظت میں اپنا سب کچھ وار دیا۔حضور اکرم ﷺ نے اپنا عشق بھی دیا اور معرفتِ الٰہی کا جام بھی ایسا پلا دیا کہ حضرات نے نومسلم کفار کے تمام مظالم نہایت صبر وشکر سے برداشت کئے۔ کفار مکہ مسلمانوں کو تپتی ریت پر ننگے بدن لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتے، آگ جلا کر جسم کو داغتے، پشت پر درّے برساتے، لوہے کا ٹکڑا آگ پر گرم کر کے لگا دیتے۔ مرد وخواتین پر یکساں ظلم ہوتا مگر نہ جانے حضور سیّد عالم ﷺ نے کیسی برداشت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر ڈال دی اور کیسا حوصلہ ان میں بھر دیا کہ یہ تمام ناقابلِ برداشت اور جان لیوا رنج والم ان کے لئے باعثِ لذت بن گئے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضرت حمامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن **فکیھہ** رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر، ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، زنیرہ رضی اللہ عنہا نہدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی صاحبزادی کے غیر معمولی صبر و تحمل اور ضبط غم کے واقعات نے اسلامی تاریخ کے چہرے کو اپنی جاں نثاری، جاں سپاری سے روشن و تابناک بنا دیا۔

ایک اور پہلو دیکھئے:

''ابھی مسجدِ نبوی ﷺ کا منبر تیار نہیں ہوا، اس کی جگہ کھجور کا ایک تنا ہے جس سے حضور رحمتِ عالم ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب منبر اقدس تیار ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنی نشست بنالی۔ کھجور کے اس درخت کو آپ ﷺ سے قرب کی اس محرومی نے اتنا غمزدہ کر دیا کہ وہ زار و قطار رونے لگا۔'' مثنوی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

استن حنانہ در ہجرِ رسول ﷺ
نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

آپ ﷺ نے رونے کی آواز سنی تو منبر شریف سے اترے اور ستون کے قریب آئے، اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میں اپنے سینے سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک یوں ہی گریہ کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے منبر شریف کے نیچے دفن کرا دیا اور یوں اپنے ابدی قرب سے نواز دیا۔

(زرقانی علی المواہب جلد چہارم، ص138)

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گُنہ پرہیز گاری واہ واہ
اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

اِسْمُہٗ

مَکْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مَنِ اسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما اس ذات گرامی پر جن کا نام مقدس لوح وقلم میں لکھا ہوا ہے۔

ممکن نہیں اس نام کی توصیف زباں سے
مل جائے اشارہ کوئی آیات قرآں سے

اسم گرامی محمد ﷺ اپنے معارف واسرار میں اتنی لامحدود وسعتیں لئے ہوئے ہے کہ زمین وزماں اور مکین ومکاں سب اس کے دائرہ میں سمٹ آتے ہیں۔ اسم محمد ﷺ کی تعریف کا حق ساری کائنات مل کر بھی ادا نہیں کر سکتی۔ حضور اکرم ﷺ پوری کائنات سے ماوراء ہیں۔ اس بزم ہستی میں آپ ﷺ کی تعریف کا حق صرف آپ ﷺ کا رب کریم ہی ادا کر سکتا ہے۔ مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے بجا کہا ہے:

خدا در انتظار حمدِ ما نیست
محمد ﷺ را چشم در راہ ثنا نیست

جب حضور رحمت عالم ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب نے محمد ﷺ نام رکھا۔ لوگوں نے سوال کیا اے عبدالمطلب علیہ السلام یہ نام کس لئے رکھا کہ نہ تو آپ ﷺ کے باپ دادا میں اور نہ ہی آپ کی قوم میں کسی کا ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا:

رجآء اَن یحمد

"میں یہ امید کرتا ہوں کہ کُل اہلِ زمین میرے فرزند کی مدح کریں۔"

عصرِ حاضر کے ایک بزعم خود عالم مولانا جعفر شاہ پھلواری نے درود تاج پر کچھ اعتراضات شائع کئے تھے جن کے نہایت علمی اور تحقیقی جوابات غزالی زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور طریقے سے پیش کئے۔ ذیل میں چند اعتراضات اوران کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

پھلواری صاحب کہتے ہیں: عربی میں ''مشفوع'' اسے کہتے ہیں جو مجنون ہو یا اسے مرگی ہو یا وہ طاق سے جفت کیا گیا ہو۔ یہ سارے معنی بے محل ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ لفظ مشفوع لہٗ ہو لیکن یہاں یہ معنی لینا بھی صحیح نہیں۔ آنحضور ﷺ ''شافع'' ہیں۔ ''شفیع'' اور ''مشفّع'' یعنی شفاعت کرنے والے، مقبول الشفاعت ہیں، مشفوع لہٗ نہیں۔ نعوذ باللہ آنحضور ﷺ کی کون شفاعت کرسکتا ہے؟

یہ ہے پھلواری صاحب کا اعتراض اور اس کے جواب میں حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پھلواری صاحب کا یہ اعتراض پڑھ کر میری حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے کہ انہوں نے لفظ مشفوع سے حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک سمجھ لی حالانکہ درود تاج میں ذات مقدس کے لئے نہیں بلکہ لفظ مشفوع حضور اکرم ﷺ کے اسمِ مبارک کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ذات مقدس یقیناً مشفوع لہٗ نہیں، نہ حضور اکرم ﷺ نظرِ بد لگے ہوئے ہیں، نہ ذات مقدسہ کے حق میں ''مجنون'' کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ معنی یہاں متصور ہی نہیں ہیں تو ان کے ذکر کی یہاں کیا ضرورت پیش آئی؟

قبلہ کاظمی صاحب فرماتے ہیں: صاحبِ درود تاج نے رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کو نہیں بلکہ اسم مبارک کو مشفوع کہا ہے، جو الشفع سے ماخوذ ہے، الشفع کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف اس کی مثل کو ملانا اور طاق کو جفت کرنا۔ قرآنِ پاک کی سورۃ الفجر میں ہے:

وَالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ۔ (سورۃ الفجر آیت 3)

''قسم ہے جفت کی اور قسم ہے طاق کی۔''

لغت کی مشہور کتاب ''المنجد'' میں شفع، شفعاً کے تحت مرقوم ہے:

شفع الشیءصیرہ شفعاً ای زوجاً بان یضیف الیہ مثلہ

(المنجد ص 395 طبع بیروت)

''یعنی شفع الشیء کے معنی ہیں: اس نے شیئے کو شفع یعنی جفت کر دیا بایں طور کہ ایک شیئے کی طرف اس کی مثل کو ملا دیا۔''

ایک اور مثال اسی طرح ''اقرب الموارد'' میں ہے:

شفع شفعًا صیرہ شفعاً ای زوجاً ای اضاف الی الواحد ثانیاً یقال کان وتراً فشفعہ باخبر ای قرنہ بہ۔ (اقرب الموارد ص 599 جلد 1)

یعنی شفع کے معنی ہیں: اس نے کسی چیز کو جفت بنا دیا، ایک کی طرف دوسرے کو ملا دیا۔ اہلِ عرب کا مقولہ ہے کہ وہ طاق ہے، اس نے دوسرے کو اس کے ساتھ ملا کر جفت کر دیا یعنی ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا''

درود تاج میں لفظ مشفوع، الشفع سے ماخوذ ہے اور الشفع متعدی ہے اس کا اسم مفعول مشفوع ہے۔ مشفوع جو طاق اور جفت کے معنی میں ہے اور اسمہ مشفوع کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمے میں، تکبیر میں اپنے اسمِ مبارک کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کا مبارک نام ملا دیا۔ یہ شفع کے معنی ہیں اور اذان و اقامت میں اسے ''وتر'' یعنی طاق نہیں رکھا گیا بلکہ اسے جفت بنا دیا گیا۔ مؤذن اور مکبّر، اذان و تکبیر میں حضور اقدس ﷺ کا نام ایک بار نہیں بلکہ دو بار لیتے ہیں اور یہی طاق کو جفت بنانا ہے۔

اسمِ الٰہی کے ساتھ حضور سیّد عالم ﷺ کے نام کا متصل ہونا اور اذان و تکبیر میں حضور اکرم ﷺ کے نام کا دوبارہ پکارنا اسمہ مشفوع کے معنی ہیں اور یہ بالکل واضح، برمحل اور مناسب ہیں۔ انہیں نامناسب اور بے محل قرار دینا کج فہمی اور نادانی ہے۔''

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جملہ پھلواری صاحب کے لئے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر کوئی یک چشم دو طرفہ بازار سے گزرے اور یہ کہے کہ شہر تو بہت خوبصورت ہے مگر بازار ایک ہی طرف ہے تو جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ بازار تو دونوں طرف ہے، تیرا ہی ایک بازار بند ہے تو کیا کیا جائے۔''

(2) پھلواری صاحب اپنے دوسرے اعتراض میں فرماتے ہیں: پھر نام مبارک اسمہ کا منقوش فی اللّوح ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن منقوش فی القلم ہونا نرالی سی بات ہے، اگر منقوش فی اللّوح بالقلم ہوتا تو بات پھر بھی واضح ہو جاتی۔''

حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اس کا بھی جواب مرحمت فرماتے ہیں:

''پھلواری صاحب نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی کہ اس لوح و قلم کا قیاس دنیا کی تختی اور قلم پر کر لیا اور قیاس مع الفارق سے کام لے کر یہ سوچا کہ قلم لکھتا ہے، اس پر لکھا نہیں جاتا مگر آپ کی یہ سوچ اس عالمِ بالا تک نہیں پہنچ سکتی جہاں لوح و قلم تو درکنار ساق عرش پر بھی رسول اللہ ﷺ کا اسمِ مبارک منقوش ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

كان مكتوبا على ساق العرش لا اله الا الله محمد رسول الله

اس حدیث کو طبرانی، حاکم، ابو نعیم اور بیہقی نے روایت کیا:

(تفسیر فتح العزیز، پارہ 1ص183طبع نولکشور لکھنو)

اسی طرح دُرِ منثور میں بھی ہے۔ ایسی صورت میں حضور سیّد عالم ﷺ کے اسمِ گرامی کے قلم میں منقوش ہونے کو نرالی بات کہنا بجائے خود نرالی سی بات ہے۔

آخر میں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسم مبارک کا لوح میں مکتوب ہونا حضور سیّد عالم ﷺ کے لئے کوئی وجہِ فضیلت نہیں، لوح میں تو ہر چیز مکتوب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی فضیلت عظمٰی اور اہم ترین خصوصیت تو یہ ہے کہ نشانِ عظمت کے طور پر صرف لوح نہیں، قلم پر بھی اسم مبارک مثبت و منقوش ہے اور ساق عرش پر بھی حضور ﷺ کا نام مبارک لکھا ہوا ہے۔ یہ حضور اقدس ﷺ کی اس رفعتِ شان کی ایک جھلک ہے جس کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ''وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ'' میں فرمایا۔ اگر پھلواری صاحب اس کا انکار کریں تو ہمارے نزدیک ان کا انکار پرِ کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا جب کہ آیتِ قرآنیہ اور اس کی مطابقت میں حدیثِ مبارکہ بھی حبیبِ ربِّ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت و رفعتِ شان کا اعلان کر رہی ہے۔ صاحبِ درودِ تاج نے حضور اقدس ﷺ کے اسمِ مبارک کے مَنۡقُوۡشٌ فِی اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ ہونے کا ذکر اسی نشانِ عظمت و رفعت کے طور پر کیا ہے جسے پھلواری صاحب نہیں سمجھ سکتے۔''

زرقانی علی المواہب میں ہے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میرے بیٹے! میرے بعد تم خلیفہ ہو، پس خلافت کو تقویٰ کے تاج اور محکم یقین کے ساتھ رہو اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے متصل نام محمد (ﷺ) کا ذکر کرو کیونکہ میں نے آپ ﷺ کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے جب کہ میں آب و طین کے درمیان تھا پھر میں نے تمام آسمانوں پر نظر کی تو مجھے کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں نام محمد (ﷺ) لکھا ہوا نہ ہو۔ ربّ نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محل، ہر بالا خانے اور برآمدے، جنت کے تمام درختوں کے پتّوں پر، شجرِ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے راستوں پر، پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں میں نام محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا ہے لہٰذا تم زبان سے ان کا ذکر کیا کرو کیونکہ فرشتے ہر وقت ان کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

اقبل اٰدم علی ابنه فقال ای بُنَیَّ انت خلیفتی من بعدی فخلفها بعمارة والعروة الوثقیٰ فکلما ذکرت الله فاذکر الی جنبه اسم محمد ﷺ فانی رایت اسمه مکتوباً علیٰ ساق العرش وانا بین الروح والطین ثم انی طفت السمٰوات فلم ارفی السمٰوات موضعًا الا رأیت اسم محمد مکتوباً علیه

وان ربی اسکننی الجنة فلم ارفی الجنة قصراً ولا غرفة الا وجدت اسم محمد ﷺ مکتوباً علیه ولقد رایت اسم محمد ﷺ مکتوباً علیٰ نحور الحور العین وعلیٰ ورق قصب الحام الجنة وعلیٰ ورق الشجرة طوبیٰ وعلیٰ ورق سدرة المنتهیٰ وعلیٰ اطراف الحجب وبین اعین الملٰئکة فاکثر ذکره فان الملٰئکة من قبل تذکره فی کل ساعاتها

(زرقانی علی المواہب)

یہ بیان حضرت آدم علیہ السلام کا ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے جتنا دیکھا، جتنا دکھایا گیا، انہوں نے بیان کردیا۔ اب خدا ہی جانے کہ اس کے محبوب ﷺ کا نام کہاں کہاں ہے؟ تمام حجابات تو اس نے کسی پر نہیں اٹھائے۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوبصورت شعر کہا ہے:

اے کہ نامت را خدائے ذوالجلال
زد رقم بر جُبہہ عرشِ بریں

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ لوحِ وقلم کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

''یارسول اللہ ﷺ بے شک دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوحِ محفوظ اور قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم میں سے ایک علم ہے۔''

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدہ بردہ میں لکھتے ہیں:

وعلمهما یکون نهراً من بحور و حرفاً من سطور علمه

''اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علم کے دریاؤں میں سے ایک نہر اور آپ ﷺ کے علم کی سطروں میں سے ایک حرف ہے۔''

سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا مَنْ لَّدَيْكَ سِيَادَةُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

درود و سلام ہو آپ پر اے وہ ذات گرامی جن کے پاس عرب و عجم کی سرداری ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ انسانیت کے فرد اکمل اور زمرۂ انبیاء کے سردار و تاجدار ہونے کی حیثیت سے جامع، ہمہ گیر اور بے مثال ہستی ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت اطہر انسانی تاریخ کی جامع ترین اور کامل ترین سیرت ہے۔ آپ ﷺ کے حسن تدبر کا ایک کرشمہ یہ ہے کہ انتہائی کم عرصہ میں لا تعداد انسان قطار اندر قطار آپ ﷺ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوتے چلے گئے۔ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو مسلمانوں کی کل تعداد ساڑھے چھ سو تھی لیکن آپ ﷺ کے کمال تبلیغ اور حسن تدبر کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب حجۃ الوداع کیلئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ فرزندان اسلام آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ وصال کے لمحے ساڑھے نو لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت کا پرچم لہرا رہا تھا اور قریب قریب دس لاکھ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپ ﷺ کے حلقہ غلامی میں شامل ان لاکھوں مسلمانوں میں عربی بھی تھے اور عجمی بھی۔ یوں آپ ﷺ کا سید العرب والعجم ہونا اسی وقت عالم آشکار ہو چکا تھا۔

حضور اقدس ﷺ کی اس شان سیادت کا راز وہ حسن اخلاق ہے جو مخالفین کو آپ ﷺ کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے کمال اخلاق سے عرب و عجم، سب کے دل مسخر کر لئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا برپا کردہ انقلاب تاریخ انسانی کا نہ صرف کامیاب ترین اور مکمل ترین انقلاب ہے بلکہ یہ تاریخ کائنات کا

سب سے زیادہ پرامن انقلاب بھی ہے۔ایسا انقلاب جو خطۂ عرب سے پھوٹا اور دیکھتے ہی دیکھتے چاردانگ عالم میں ہر سو پھیل گیا۔عربی،عجمی، رومی، ہندی، ترکی، مغربی سب دل وجان سے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر والہانہ اپنی محبتیں لٹانے لگے۔(اُمہ سیرت انسائیکلوپیڈیا،جلد 3)

حضور سید کونین ﷺ رحمت للعالمین بن کر آئے تو مشرق اور مغرب دونوں میں آپ ﷺ جلوہ فگن ہوئے۔عرب نے آپ ﷺ کے قدم چومے اور عجم نے اس گرد نعلین پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو صرف عرب وعجم ہی نہیں تمام روئے زمین پر ساری اولادِ آدم علیہ السلام کے لئے سرداری کا منصب بخشا۔امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے:

انا سید ولد ادم یوم القیمۃ ط

''میں روز قیامت اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا۔''

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مثنوی ''منطق الطیر''میں فرماتے ہیں:

خواجگئ ہر دو عالم تا ابد
کرد وقفِ احمدِ مرسل ﷺ احد

یعنی''دونوں جہاں کی سرداری مولائے کریم نے احمدِ مرسل ﷺ کے لئے وقف کر دی اور تا ابد کر دی۔''

وہ ہستی جس نے رنگ ونسل کا بت پاش پاش کر دیا، عالمِ انسانیت کو ایک خاندان بنا دیا۔وہ مشرق ومغرب سب کے لئے منبع فیض اور سرچشمۂ عطا ہے۔سید عاصم گیلانی نے کہا:

غلط کہ ان کا تعلق فقط عرب سے ہے
نبی ﷺ کے فیضِ دوامی کو ربط سب سے ہے

ضیاءمحمد ضیاء کہتے ہیں:

نور چمکا حرا تا حرم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
فیض پہنچا عرب تا عجم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
کعبۂ انس و جاں بارگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی
آستاں، قبلہ گاہ اُمم،آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

مشہور نعت گو صوفی شاعر قدسی رحمۃ اللہ علیہ عرب وعجم کی حدود سے باہر نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوش میں ہر خطّے کے انسانوں کو بصد عجز و نیاز لا کر پیش کرتے ہیں:

بردر فیضِ تو اِستادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، حلبی و عربی

حدیث مبارکہ

اِنَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَعْطَاکَ قُبَّۃً فِی الْجَنَّۃِ عَرْضُھَا ثَلَاثُمِائَۃِ عَامٍ قَدْ حَفَّتْھَا رِیَاحُ الْکَرَامَۃِ لَا یَدْخُلُھَا اِلَّا مَنْ اَکْثَرَ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنت میں ایک قبّہ عطا کیا ہے جس کی چوڑائی تین سو سال کی مسافت ہے اور اسے کرامت کی ہواؤں نے گھیر رکھا ہے۔ اس قبّہ مبارکہ میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر کثرت سے درود پاک پڑھتے ہیں۔

(نزہتہ المجالس صفحہ 111)

جِسۡمُہٗ مُقَدَّسۡ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ عَلٰی رُوۡحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ فِی الۡاَرۡوَاحِ وَعَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ فِی الۡاَجۡسَادِ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما تمام ارواح میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی روح اقدس پر اور تمام اجسام میں حضرت محمد ﷺ کے جسم مقدس پر۔

حضور سید لولاک ﷺ کا جسدِ اطہر اس کائنات کی ساری تقدیس، رعنائی اور یکتائی کی شان لئے ہوئے ہے۔ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا وجودِ اقدس ہر کمی، خامی، عیب اور نقص سے منزہ پیدا کیا ہے۔ ہر طرح کی زیبائیوں سے آراستہ۔ ہر نوع کمال کا مرقع۔

جناب ادیب رائے پوری نے کیا خوب لکھا ہے:

''آپ ﷺ کے جسدِ اقدس سے جس شے کو لمس مل جاتا وہ اپنی قدر و قیمت میں دنیا کی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہو جاتی۔ سرِ اقدس پر عمامہ شریف ہو یا قدموں میں نعلین پاک، جسم اطہر پر سجی گلیم اطہر ہو یا چادر مبارک، دست کرم میں تھاما ہوا عصاء ہو یا انگشتِ مبارک سے لپٹی ہوئی انگشتری، لب ہائے گہر بار کا لمس پانے والا آب خورہ ہو یا سینہِ اقدس کے بوسے لیتا مبارک کُرتا، غرض ہر وہ شے جس نے آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کا لمس پایا وہ صاحبِ کرامت ہو گئی۔ کبھی کسی شاخ شجر کو لے کر چھوا تو وہ رات کی تاریکی میں مشعلِ نور ہو گئی اور کبھی میدانِ جنگ میں شاخ اٹھا کر دی تو وہ تلوار بن گئی۔ کبھی راہ میں پڑے سنگریزے اٹھائے تو کلمہ پڑھنے لگے۔ اندھیرے میں مسکرا دیئے تو چہرہ اقدس کی تابانی سے گمشدہ سوئی مل گئی۔ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر میں وہ روحِ مقدّس رکھی گئی جسے انوار خداوندی

کی جلوہ گاہ ہونا تھا۔ سوچیے بھلا اس جسدِ مقدس کی پاکیزگی کا مرتبہ کس اَوج پر ہوگا جس کے قلبِ اطہر پر قرآن کریم نازل ہوا۔"

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی علیہ السلام کو یہ شان عطا کی کہ جسمانی عیوب سے پاک و منزہ رکھا۔ اگر کسی بھی نبی علیہ السلام میں کوئی جسمانی عیب پایا جاتا تو کفار اسے انکارِ نبوت کے لئے دلیل بنا لیتے۔ جسمانی عیب قبول حق میں حجاب بن جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں آیا ہے:

قد روی الدار قطنی من حدیث انس بن مالك خادم رسول اللہ ﷺ ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال ما بعث اللہ تعالیٰ نبیًا الا حسن الوجہ، حسن الصوت وکان نبیکم احسنھم صوتا

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک خادم رسول ﷺ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر خوبصورت چہرے والا، دلکش آواز والا، اور تمہارے نبی ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت اور ان کی آواز سب سے زیادہ دلکش ہے۔

(بحوالہ خاتم النّبیین جلد اول، ص 264)

حضور اقدس ﷺ کے جسدِ اطہر کی بے شمار خصوصیات ہیں تاہم یہاں صرف تین خصائص کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے: ایک یہ کہ آپ ﷺ کے جسم پاک سے جو خوشبو آتی وہ مشک و عنبر سے بڑھکر ہوتی حتیٰ کہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ کی کسی گلی سے گزر جاتے تو صحابہ کرام جان لیتے کہ حضور اقدس ﷺ کا اس راہ سے گزر ہوا ہے۔

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھِلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

دوسری خصوصیت یہ کہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ بات یہ ہے کہ مکھی وہ جانور ہے جو آلودگی پر بھی بیٹھتی ہے، پھر بھلا حق تعالیٰ کو یہ کیوں کر گوارا ہوتا کہ وہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کو چھو سکے۔

تیسری خصوصیت، جس کا تعلق جسدِ اطہر سے ہے، وہ آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونا۔

اس بارے میں حکیم ترمذی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، تفسیر مدارک، حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن مبارک اور علامہ حافظ ابنِ جوزی محدث رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ذکوان تابعی رحمۃ اللہ علیہ، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، علامہ امام شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام محمد زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ حسین بن محمد دیاربکری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المحدثین، شیخِ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ربانی مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ حتیٰ کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی لکھا ہے کہ حضور نورِ مجسم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

حدیث مبارک

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم دربارِ نبوت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قریب تر اعمال کیا ہیں! فرمایا سچ بولنا اور امانت کا ادا کرنا۔ عرض کیا گیا حضور ﷺ کچھ اور ارشاد فرمایئے! فرمایا تہجد کی نماز اور گرمیوں کے روزے۔ پھر میں نے عرض کیا حضور ﷺ کچھ اور ارشاد فرمایئے! فرمایا ذکر الٰہی کی کثرت کرنا اور مجھ پر درود پاک پڑھنا تنگدستی کو دُور کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور ارشاد فرمایئے! فرمایا جو کسی قوم کا امام بنے تو ہلکی نماز پڑھائے۔ کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی، بچے بھی اور کام کاج والے بھی۔

مُعَطَّرٌ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مَنْ جِسْمُہٗ مُعَطَّرٌ لَّا مِثْلَ لَہٗ

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اس ذات گرامی پر جن کا جسم مقدس ایسا خوشبودار ہے کہ اسکی کوئی مثال موجود نہیں۔

یہ کائنات ساری حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خیرات پا رہی ہے۔ زمانہ سب کا سب چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رعنائیوں سے فیضاب ہونے کا تمنائی ہے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں ؎

آیۂ کائنات کا معنیِ دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بُو

یہ رنگ و بُو کے قافلے سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود اقدس کی خوشبوؤں سے مست ہو کر جھومتے ہیں۔ یہ خوشبو ہے کائنات کی سب خوشبوؤں سے بڑھکر۔ مشک و عنبر، کستوری سب اس پر نچھاور ہو رہی ہیں۔ یہ خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیکر میں خود رب ذوالجلال نے اس طرح انڈیل دی ہے کہ جس طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رخ انور ہو جائے وہ سب فضائیں، وہ کل ہوائیں سراپا عنبر ہوتی جائیں۔ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسد اطہر کو چھو لے وہ ہمیشہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو میں بس جائے۔ چند نظائر دیکھئے:

(1) سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جب اپنے بابا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربت انور پر حاضر ہوئیں تو بے ساختہ یہ شعر زبان اطہر پہ جاری ہو گیا:

ماذا علی من شمّ تربة احمد صلی اللہ علیہ وسلم
الّا یشم مدی الزمان غوالیا

"جس نے ایک مرتبہ بھی خاک تربتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
سونگھ لی تعجب کیا ہے وہ ساری عمر اور کوئی خوشبو نہ سونگھے۔"

جب خاک تربت کا یہ عالم ہے کہ جسدِ اطہر کا لمس پا کر اتنی معطّر ہو گئی تو کوئی کیسے بیان کرے اس جسدِ مقدس کی اپنی خوشبو کا؟

(2) جلیل القدر صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ما مسست دیباجة ولا حریرا الین من کف رسول اللہ ﷺ

ولا شممت مسکا ولا عنبرة اطیب من رائحة النبی ﷺ

''میں نے کسی ریشم اور دیبا کو حضور ﷺ کے کفِ دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک و عنبر کی خوشبو کو آپ ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔''

(بخاری جلد اول ،ص 264۔مشکوۃ شریف ،ص 516)

پھول مہکے تو یہ محسوس ہوا
آپ ﷺ کا نام لیا ہو جیسے

(3) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے تو میں بھی (جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ) ساتھ تھا۔ بچے آپ ﷺ کے سامنے آئے تو آپ ﷺ ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر اپنا دستِ مبارک پھیرتے ، میرے رخسار پر بھی آپ ﷺ نے ہاتھ پھیرا۔

فوجدت فی یدہ بردا وریحا کانما اخرجها من جوفة عطار

'' تو میں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک عطار کے صندوقچے سے نکالا ہے۔''

(مسلم شریف جلد دوم ،ص 256)

(4) بخاری شریف کی ایک حدیث قدسی میں حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فجعل الناس یاخذون یدیه فیمسون بها وجوههم قال

فاخذت بیدہ فوضعتها علی وجهی فاذا هی ابرد من الثلج

واطیب رائحۃ من المسك

''حضور اقدس ﷺ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو لوگ حضور ﷺ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ میں نے بھی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔''

(5) حضرت وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال اتی النبی ﷺ بدلو من مآء فشرب من الدلو ثم مج فی البئر ففاح منه مثل رائحة المسك

''حضور ﷺ کے پاس ایک ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے پیا اور کلّی کر کے ایک کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں میں سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی۔''

(زرقانی جلد 4، ص 94۔ ابنِ ماجہ، بیہقی، ابونعیم، خصائص کبریٰ جلد اول، ص 661)

(6) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''خصائص کبریٰ'' میں بیان کرتے ہیں:

وكان (عتبة) اذا خرج الى الناس قالوا ما شممنا ريحًا اطيب من ريح عتبة فقلنا له فى ذالك قال اخذنى فى الشرٰى على عهد رسول الله ﷺ فشكوت ذالك اليه فامرنى ان اتجرد فتجردت عن ثوبى وقعدت بين يديه والقيت ثوبى على فرجى فنفخ فى يده ثم وضع يده على ظهرى وبطنى بيده فعبق بى هذا الطيب من يومئذ

''اور جب عتبہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن ہم نے اس سے (عتبہ رضی اللہ عنہ سے) اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں میرے بدن پر آبلے پڑے۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کپڑے اُتار دے۔ میں نے کپڑے اتار دیئے اور ستر چھپا کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا مبارک لعاب دہن اپنے دستِ مبارک پر ڈال کر میری پشت اور شکم پر مَل دیا۔ اس دن سے یہ خوشبو مجھ میں پیدا ہو گئی اور بیماری جاتی رہی۔" (خصائص الکبریٰ، سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم، ص 84)

(7) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی دو پہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لا کر آرام فرماتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو پسینہ آتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندیں شیشی میں جمع کر لیتیں۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے انہیں ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا: اے اُمِ سلیم! یہ کیا کرتی ہو؟ ان کا جواب سنئے:

قالت ھذا عرقك نجعله فی طیبنا وھو من اطیب الطیب

"انہوں نے عرض کیا: یہ حضور انور ﷺ کا پسینہ ہے، ہم اسے عطر میں ملا لیں گے، اور یہ تو سب عطروں اور خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔"

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، ص 517)

(8) جب رحمتِ عالم ﷺ مدینہ طیبہ کی گلیوں سے گزرتے تو راستے مہک اٹھتے، گلیاں مشکبار ہو جاتیں اور ہوائیں عطر بیز ہو جاتیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ اذا مر فی طریق من طرق المدینة وجدوا منه رائحة الطیب وقالوا مرّ رسول اللہ ﷺ من ھذا الطریق

"حضور اقدس ﷺ جب مدینہ منورہ کی کسی گلی سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی سے حضور ﷺ کا گزر ہوا ہے۔"

(دارمی۔ احمد، بیہقی، ابونعیم، بزار، ابویعلیٰ، دلائل النبوت، ص 380، خصائص الکبریٰ، سیوطی رضی اللہ عنہ جلد اول، ص 67، زرقانی جلد چہارم، ص 224)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے:

ان ﷺ کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں، کوچے بسا دیئے ہیں

ایک اور شعر میں یوں ترجمانی کرتے ہیں:

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشکِ تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہ گزر کی ہے

(9) کسی مادہ پرست کو شاید یقین نہ آئے لیکن یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ آشکار ہے کہ مدینہ منورہ کے درو دیوار، اس سرزمین کی خاک مقدس اور وہاں کی ہواؤں میں مشک وعنبر سے بھی بڑھ کر خوشبو شامل ہے۔ یہ خوشبو میرے آقا و مولا، نورِ مجسم ﷺ کے جسم مقدس کی ہے لیکن اسے شامہِ محبت سے ہی سونگھا جا سکتا ہے۔

وفاء الوفاء میں شیخ الاسلام السمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ بطال کا یہ قول نقل کیا ہے:

''جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے وہ اس کی خاک مبارک اور درو دیوار سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔''

اس بات کو علامہ ''یاقوت حموی'' نے ان لفظوں میں پیش کیا ہے:

''من جملہ خصائصِ مدینہ، اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔''

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
خنک آن شہرے کہ آنجا دلبر است

(10) جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے، آپ ﷺ کچھ خوشبو عنایت فرما دیں۔ فرمایا: کل ایک کھلے منہ والا برتن

(شیشی) لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی لے آیا، حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈال دیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی، پھر ارشاد فرمایا: اسے لے جا اور بیٹی سے کہنا اسے لگا لیا کرے۔

فکانت اذا اطیبت به یشم اهل المدینة رائحة ذالك الطیب فسموا ابیت المطیّبین

''پس وہ جب آپ ﷺ کے پسینۂ مبارک کی مہک لگاتی تو تمام اہلِ مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی، یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام بیت مطیّبین (خوشبو والوں کا گھر) مشہور ہو گیا۔''

(ابو یعلیٰ، طبرانی، ابنِ عساکر، زرقانی جلد چہارم، ص224، خصائص الکبریٰ جلد اول، ص67)

حدیث مبارک

مَنْ کَتَبَ عَنِّیْ عِلْمًا فَکَتَبَ مَعَهٗ صَلَاةً عَلَیَّ لَمْ یَزَلْ فِیْ اَجْرٍ مَا قُرِئَ ذٰلِكَ الْکِتٰبُ

جس شخص نے میری طرف سے کوئی علم کی بات لکھی اور اس کے ساتھ مجھ پر درود پاک لکھ دیا تو جب تک وہ کتاب پڑھی جائے گی اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ (سعادۃ الدارین صفحہ 83)

حدیث مبارک

جب تم اذان سنو تو تم بھی ایسے ہی کہو جیسے مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پاک پڑھو، کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر اس درود پاک کے بدلے دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے وہ صرف اور صرف ایک ہی بندے کے لئے رکھا گیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ میں ہی ہوں لہٰذا جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرے گا وہ میری شفاعت سے نصیب یافتہ ہوگا۔

مُطَھَّرٌ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاھِرِ الزَّکِیِّ ط

اے اللہ درود پاک نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو نبی اُمّی ہیں، طاہر و مطہر ہیں اور بے پناہ اجلے ہیں۔

از رُخش گردد منور گر ہمہ جنت بود
وزلبش یابد طہارت گر ہمہ زمزم بود

(سنائی غزنوی)

صحیح بخاری، باب الصلوٰۃ اسکے علاوہ مسلم شریف، نسائی و ترمذی "باب المساجد" میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

جعلت لی الارض مسجداً

"میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ بنادی گئی۔"

خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

خاک در عہدش قوی تر چیز یافت
مسجدے گشت و طھورے نیز یافت

خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رونقِ بزم و کون و مکاں کے عہد میں خاک کو جو انعام ملا، جو خلعت نصیب ہوئی کہ ایک قوی تر چیز مل گئی یعنی تمام روئے زمین مسجد (خدا کا گھر) بن گیا اور طہور بھی پایا۔ (طہور کہتے ہیں پاک کرنے والی چیز یعنی جس سے دوسری چیز کو پاک کیا جائے)۔ یہ اشارہ تیمم کی طرف ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، مذاہبِ عالم کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام

کے سوا جتنے بھی مذاہب ہیں وہ اپنی عبادت کی رسوم ایک معین عبادت گاہ کے اندر ہی انجام دیتے ہیں جبکہ اسلام کی شان عالمگیریت کا مظہر یہ ہے کہ پوری زمین حضور سید کونین ﷺ کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔اب امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افراد جہاں چاہیں پاک صاف مقام پر نہایت اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ یہ برکت ہے اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان طہارت کی کہ وہ روئے زمین کا ایک ایک ذرہ ہمیشہ کے لئے پاکیزگی کا نشان بن گیا۔اس پاکیزگی کا برتر مقام دیکھئے کہ اگر کسی وقت پانی میسر نہ ہو یا کسی عذر کے باعث وضو کرنا ممکن نہ ہو تو زمین کی مٹی تیمم کے لئے وضو کی طرح پاکیزگی، نفاست اور صفائی کا ذریعہ قرار پا گئی ہے۔ یہ حضور اقدس ﷺ کی شان طہارت کا ایک کرشمہ ہے جس کی طرف یہاں درود تاج میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حدیث مبارک

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْبَارِحَۃَ عَجَبًا رَاَیْتُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ یَزْحَفُ عَلَی الصِّرَاطِ مَرَّۃً وَیَحْبُوْ مَرَّۃً وَیَتَعَلَّقُ مَرَّۃً فَجَاءَتْہُ صَلَاتُہٗ عَلَیَّ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ فَاَقَامَتْہُ عَلَی الصِّرَاطِ حَتّٰی جَاوَزَہٗ

(القول البدیع ص 124 سعادۃ الدارین ص 66)

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم نور مجسم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا میں نے آج رات عجیب منظر دیکھا، میں نے دیکھا کہ میرا ایک اُمتی پُل صراط پر سے گزرنے لگا۔کبھی وہ چلتا ہے،کبھی گرتا ہے،کبھی لٹک جاتا ہے تو اس کا مجھ پر درُود پاک پڑھا ہوا آیا اور اس اُمتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے پُل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا اور پکڑے پکڑے اس کو پار کر دیا

مُنَوَّرٌ فِی الۡبَیۡتِ وَالۡحَرَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ فِی الۡبَیۡتِ وَالۡحَرَمِ ط

اے اللہ درود پاک نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر آپ ﷺ کے گھر میں اور حرم مقدس میں۔

وہ نور، جس کا اُجالا محیطِ کون و مکاں
حرم میں تھا وہ درخشاں، درود تاج میں ہے

جاروب شعاعی لیے ہر صبح کو سورج
کرتا تری درگاہ میں جاروب کشی ہے

نور جس طرح خود محدود نہیں اس کے معنی بھی محدود نہیں۔ عالم، فقیہ، فلسفی، شاعر ایسا نہیں ہے جو ایک دائرہ کھینچ دے اور کہے کہ جو کچھ اس دائرہ فکر میں ہے اسی کو نور کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے متعلق فرماتا ہے:

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ط (سورۃ نور آیت نمبر 35)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

اس نور کو، جسے عقلِ انسانی کے ذریعے پہچانا نہیں جاسکتا۔ جہاں ادراک عاجز اور افکار قاصر، تخیل بے بس اور تصور لاچار ہے وہ اس حقیقت کو ذہنِ انسانی کے مطابق سمجھانے کے لئے تمثیلی انداز بیان اختیار فرمایا ہے: دیکھئے۔

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق کی۔ اس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس ہے۔ وہ

فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے، اگرچہ اس کو آگ نہ لگے، نور پر نور ہے۔ اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سورہ نور آیت 35)

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر اَن گنت حقیقت نبوی کے بیان پر مشتمل ہے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ اس انداز سے تفسیر بیان فرمائی ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

طاق تو حضور ﷺ کا سینۂ اقدس ہے اور فانوس قلبِ مبارک ہے۔ چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی، نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ نور پرنور ہے یعنی نور قلبِ ابراہیم علیہ السلام پر نور قلبِ مصطفیٰ ﷺ

(تفسیرِ خازن جلد سوم صفحہ 223)

حدیث مبارک

رسول اکرم شفیع اعظم رحمت دو عالم نُور مجسم ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن تین شخص عرش الہی کے سائے میں ہوں گے جس دن کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا"۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) وہ خوش نصیب کون ہیں؟ فرمایا ایک وہ جس نے میرے کسی مصیبت زدہ اُمّتی کی پریشانی دُور کی، دوسرا وُہ جس نے میری سُنت کو زندہ کیا، تیسرا وہ شخص جس نے مجھ پر درُود پاک کی کثرت کی۔

شَمْسِ الضُّحٰی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ شَمْسِ اللهِ وَضُحٰھَا

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ پر جو بارگاہ الٰہی کا آفتاب اور اجالا ہیں۔

نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس کائنات کی سب سے منفرد، یکتا اور یگانہ حقیقت ہے۔ یہ وہ منظر ہے جسے سجانے کیلئے خدا نے ساری کائنات بنائی۔ وہ محور جس کے گرد سارا نظام قدرت طواف کر رہا ہے۔ وہ منزل جس تک پہنچنے کیلئے اولاد آدم کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں سال قافلہ در قافلہ سفر میں رکھا۔ وہ حاصل جسے پانے کیلئے تہذیبوں کی انگنت فصلیں اگائی گئیں۔ وہ مرکز جس کے اردگرد نبوت و ہدایت کی ساری کہکشاں کا دائرہ بنا گیا۔ وہ نقطۂ ارتکاز جس پر مشیت الٰہی کے سارے جلوے اُمنڈ رہے ہیں۔ وہ سورج جو کائنات زیست کے ہر گوشہ میں اجالے پھیلا رہا ہے۔ شمس الضحیٰ صرف چہرۂ مصطفی ﷺ کی تابانیوں ہی کا استعارہ نہیں۔ یہ تو حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کی لازوال رعنائیوں کا بھی عنوان ہے۔ دیکھئے رات بھر لاکھوں ستارے چمکتے رہتے ہیں لیکن صبح دم جب سورج کی روپہلی کرنیں ابھرتی ہیں تو سب ستارے اپنی روشنیوں سمیت پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی بعثت کا لمحہ وداعِ ظلمت شب اور طلوع صبح نو کا لمحہ تھا۔ چمک اٹھا، جہاں کا ذرہ ذرہ اس کی ضو سے اجالا ہے اسی کا روز وشب میں۔ اسی شمس الضحیٰ ﷺ کی تابانی سے بانکپن نکھرا زمین کا۔ گلوں میں رنگ، ستاروں میں روشنی اس سے۔ ہر ایک حسن کے مظہر میں دلکشی اس سے۔ یہ پیکر جو ہرِ آئینہ تہذیب ہے۔ سراسر نور ہے، تقدیس ہے۔ اسی نے ریگزاروں میں

زندگی بکھیری ہے۔ اسی ہدایت کے آفتاب نے ہر دل کو روشن کر دیا، ہر آنکھ میں بینائی بھر دی۔ اسی شمس الضحیٰ ﷺ کی کرنیں دو جہاں پہ چھائی ہیں۔ یہ سورج گر نہ ہوتا، محفلِ ہستی نہ ہوتی۔ حقیقت ظلمتوں میں کھوئی رہتی۔ جبینوں پہ کبھی سجدے نہ کھلتے، دلوں کی انجمن افسردہ رہتی۔ نہ ہوتا رنگ گلشن میں، نہ سیاروں میں تابانی۔ یہ سورج ہی عطا کے سب نرالے رنگ لایا ہے۔ اسی کے فیض سے آراستہ بزمِ جہاں ہے، افق سے تا افق ہے اس کی برکت کا ظہور۔ کاروانِ زندگی کی آخری منزل یہ ہے۔ سب جادۂ ہستی ہے اس کی تابشوں سے نور نور۔ یہی وہ آفتابِ عظمت ہے جس کی فضیلتوں کا احاطہ ہو نہیں سکتا۔

(اُمہ سیرت انسائیکلوپیڈیا: جلد 3)

ے اس ایک ذات میں سب دلنوازیاں بھر دیں
خدا نے آپ ﷺ میں اپنی نشانیاں بھر دیں

حدیث مبارک

تم میں سے جو کوئی نماز ادا کرے اسے چاہیے کہ پہلے وہ رب تعالیٰ جل جلالہ کی حمد وثنا بیان کرے اس کے بعد دُرود پاک پڑھے پھر جو چاہے دُعا مانگے۔

اس ارشادِ گرامی میں دُعا مانگنے کے آداب سکھائے گئے ہیں جیسے سائل کسی کریم کے دروازے پر مانگنے کے لئے جاتا ہے تو سوال سے پہلے اس کریم کی تعریف کرتا ہے پھر اس کے اہل وعیال کی خیر مانگتا ہے ازاں بعد سوال کرتا ہے بلا تشبیہ جب کوئی اللہ کریم سے دُعا کرنا چاہے اسے چاہئے کہ حمد وثنا کے بعد دُرود پاک کا وسیلہ پیش کرے تو اللہ تعالیٰ جو نہایت ہی جواد و کریم ہے سوالی کے سوال کو رد نہیں کرے گا۔

بَدُرِ الدُّجیٰ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ بَدُرِ الدُّجیٰ ؕ

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ پر جو چودھویں کا چاند ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ جب سفر ہجرت میں مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے بچے، بچیاں، جوان اور بزرگ سبھی یک زبان ہو کر بے پناہ والہانہ انداز میں آپ ﷺ کے استقبال کی خاطر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
اَیُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

ترجمہ: ”وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر ایک بدر منیر طلوع ہوا ہے۔ اس لازوال نعمت کے لئے ہم پر شکر گزاری لازم ہے جب تک راہ حق میں یہ داعی اعظم ﷺ ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔ اے وہ ذات گرامی جو ہم میں مبعوث ہوئے آپ ﷺ جو پیغام لیکر آئے وہ یقیناً ہر لحاظ سے قابل اطاعت ہے۔“

ان اشعار میں حضور سید کونین ﷺ کو ’بدرالدجیٰ‘ یعنی چودھویں کا چاند کہہ کر پکارا گیا ہے۔ یہ تشبیہ جہاں دلوں میں موجزن محبت کے لافانی جذبات کی عکاسی کرتی ہے وہیں نبی اکرم ﷺ کے لازوال اوصاف وکمالات کی آئینہ دار بھی ہے۔ حسن مصطفیٰ ﷺ کی رعنائیاں کونین کے ہر جمال سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر جس شخص کی نظر پڑتی وہ یقیناً مسحور ہو کر رہ جاتا۔ بدّو آتے اور مجلس میں پہنچتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں

سَیِّدُنَا بَدُرُ الدُّجیٰ ﷺ سَیِّدُنَا بَدُرُ الدُّجیٰ ﷺ

جب اس بدر منیر ﷺ کے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے:

لیس ھٰذا بوجه کاذب

''یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ یہ چہرہ انور اتنا حسین وزیبا ہے کہ اس پر جھوٹ کی پرچھائیں بھی نہیں پڑسکتی۔''

ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے:

لو لم تکن فیه اٰیات مبینة — لکانت بدیهت تاتیك بالخبر

یعنی اگر حضور اقدس ﷺ اپنی نبوت کے لازوال معجزات، قدرت خداوندی کے نشانات اور قرآن حکیم کی آیات مقدسہ نہ بھی لاتے تو صرف آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی تابانیاں اور آپ ﷺ کے حسن و جمال کی رعنائیاں ہی آپ ﷺ کی نبوت رسالت کا سب سے بڑا اور روشن ثبوت بن کر جگمگا رہی ہوتیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ فرماتے ہیں: چاندنی رات تھی، حضور اکرم ﷺ حلّہ حمراء اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور اقدس ﷺ کے چہرہ انور کو۔

فاذا ھو احسن عندی من القمر

بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور اکرم ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ 517)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چرخہ کات رہی تھی اور حضورِ اکرم ﷺ میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے نعلین پاک گانٹھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس حسین منظر نے مجھے چرخہ کاتنے سے روک دیا۔ بس میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! تجھے کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں، پھر کہا:

ولو رآك ابو کبیر الھذلی لعلم انك احق بشعرہ حیث یقول

''اگر ابو کبیر ہذلی (عرب کا نامور شاعر) آپ ﷺ کو اس حالت میں

دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ﷺ ہی ہیں۔"

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ابو کبیر ہذلی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر سنایا:

واذا نظرت الی اسرّة وجهه
برقت بروق العارض المتهلل

"جب اس کے روئے مبارک کو دیکھتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک مثلِ ہلال نظر آتی ہے۔"

(ابنِ عساکر، ابونعیم، دیلمی، خطیب، زرقانی، ج4،ص225)

محتشم کاشانی نے اپنے اس شعر میں بالکل اچھوتا خیال پیش کیا ہے۔ کہتے ہیں:

گر ماہ دَر رُخت بخیانت نظر کند
چشمش بروں کند بسرِ خنجر آفتاب

"اگر چاند آپ ﷺ کے رخِ انور پر خیانت سے نظر کرے یعنی رخِ انور سے حسن چرالے تو آفتاب خنجرِ شعاع سے اس کی آنکھ نکال لے گا۔"

واقعی سچ کہا گیا ہے کہ:

متٰی یبدو فی الیل البھیم جبینه
یلح مثل مصباح الدجیٰ المتوقد

"جب اندھیری رات میں آپ ﷺ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔"

(زرقانی علی المواہب جلد چہارم،ص91)

صحیح بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے:

کان رسول اللہ ﷺ اذا سرّ استنار وجهه حتٰی کانه قطعة من القمر (بخاری شریف)

"جب حضور ﷺ شاداں ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔"

صَدْرِ الْعُلٰی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ صَدْرِ الْعُلٰی وَ بَھَآءِ الْاُفُقِ الْاَعْلٰی

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر جو بلندیوں کے صدر نشیں اور زینت ہیں۔

کائنات کی ساری بلندیوں کے صدر نشیں حضور سید کونین ﷺ اپنے وجود اور خلقت میں بھی سب سے اول ہیں اور نبوت و رسالت میں بھی سب سے اول، سب سے فائق، سب سے برتر ہیں۔ رب ذوالجلال نے جب کائنات کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے اپنے نور ذات کی تجلی سے حضرت محمد ﷺ کے وجود نور کو ظہور بخشا۔ آپ ﷺ سرچشمہ تخلیق، منبع کائنات اور مصدر حیات ہیں۔ آپ ﷺ ہی کے نور پاک کی پرچھائیاں ہیں یہ ساری مخلوقات۔ آپ ﷺ نہ ہوتے تو اس کائنات میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب وضاحت کی ہے اس حقیقت کی:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دھر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حضور اکرم ﷺ اس وقت بھی نبی ﷺ تھے جب آدم علیہ السلام آب و گل کے

خمیر میں تھے۔ جو میثاق انبیاء علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے لیا اس میں آپ ﷺ مقدم تھے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ) (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) تو سب سے پہلے حضور ﷺ ہی نے ''بلیٰ'' فرمایا۔ تمام کائنات کی تخلیق آپ ﷺ ہی کی وجہ سے ہوئی۔ آپ ﷺ کا اسم شریف عرش، آسمانوں، جنتوں اور تمام چیزوں پر لکھا ہوا تھا جو عالمِ ملکوت وسماوات میں ہیں۔ فرشتے ہر گھڑی جس کا ذکر کرتے ہیں وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ اور یہ کہ آپ ﷺ کا اسم شریف حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں اذانوں میں لیا جاتا رہا اور ملکوتِ اعلیٰ میں آپ ﷺ کا ذکر ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے آپ ﷺ کے لئے عہد لیا، اور کتبِ سابقہ میں آپ ﷺ کے لئے بشارتیں دی گئیں۔ اور یہ کہ اسمائے الٰہی میں سے ستّر اسماء کے ساتھ آپ ﷺ کا اسم شریف رکھا گیا۔ اور یہ کہ عقل میں تمام انسانوں سے فائق تھے اور یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن و جمال دیا گیا جب کہ آپ ﷺ کو تمام و کمال حسن و جمال عطا ہوا۔ ان تمام فضائل کا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث میں ذکر کیا ہے۔

جو چیزیں رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں شمار کی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام معجزات و فضائل، جو الگ الگ ہر نبی علیہ السلام کو دیئے گئے وہ سب کے سب حضورِ اکرم ﷺ کو عطا ہوئے اور آپ ﷺ کے سوا کسی نبی علیہ السلام میں وہ مجتمع نہیں۔ اسی لئے مصنف درود تاج نے آپ ﷺ کے لئے ''صدر العلیٰ'' کا لقب برتا ہے۔

اس اَوج تک نہ جائے گی پستی شعور کی
بالا ہے ہر خیال سے ہستی حضور ﷺ کی

حضورِ اکرم ﷺ کے کمالاتِ سیرت کا بیان تو کجا ان کا تصور بھی انسانی عقل و شعور کی سطح سے بلند تر ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

ومن وصفه ﷺ فانما وصفه علیٰ سبیل التمثیل
والا فلا یعلم حقیقة وصفه الا خالقه

''جس شخص نے بھی آپ ﷺ کے اوصاف بیان کئے ہیں بطور تمثیل

ہی کیے ہیں ورنہ ان کی حقیقت سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔"

(امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ المواہب اللدنیہ علی شمائل المحمدیہ ﷺ ص190)

کانت صفاته ﷺ الظاهرة لا تدرك حقائقها

(امام برہان الدین الحلبی رحمۃ اللہ علیہ انسان العیون جلد سوئم ص234)

هذه التشبيهات الواردة فى حقه عليه الصلوٰة والسلام انما هى على سبيل التقريب والتمثيل والا فذاته اعلىٰ

"اسلاف نے نبی کریم ﷺ کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بطور تمثیل ہے ورنہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس و مقام ان سے کہیں بالاتر ہے۔"

(امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ المواہب اللدنیہ جلد اول ص249)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر فرماتے ہیں:

"مرا در تکلم در احوال و صفاتِ ذاتِ شریفِ وے و تحقیقِ آں حرجے تمام است کہ آں متشابہ ترین متشابہات است نزدِ من کہ تاویلِ آں ہیچ کس جز خداند اندو ہر کسے ہر چہ گوید بر قدر اندازۂ فہم و دانش گوید و او ﷺ از فہم و دانش تمام عالم برتر است۔ او برتر است کہ آید بخیال۔ او راچناں کہ است بجز خدا کہ نشناسد چنانکہ خدا او چنانکہ باید جز وے کسے نشناخت۔"

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح فتوح الغیب ص340)

ترجمہ: "مجھے آپ ﷺ کے اوصاف و محاسن پر گفتگو کرتے وقت ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے کیونکہ میرے نزدیک وہ ایسے اہم ترین متشابہات سے ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جس نے بھی آپ ﷺ کی تعریف کی ہے اس نے اپنے فہم و دانش کے مطابق کی ہے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام عالم کی فہم و دانش سے بالاتر ہے وہ اس قدر بلند ہے کہ خیال میں آ ہی نہیں سکتی بلکہ وہاں حالت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سوا رب تعالیٰ کی حقیقی معرفت کسی کو نہیں اور آپ ﷺ کی حقیقت سے کما حقہ سوائے رب کے کوئی واقف نہیں۔"

نُوْرِ الْھُدٰی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ نُوْرِ الْھُدٰی

اے اللہ درود و سلام نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو ہدایت کا نور ہیں۔

دُرفشانی نے تری، قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا
خود جو نہ تھے راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے عہد میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ پھر سب کے آخر میں نبی رحمت سرورِ کونین ﷺ کو مکہ مکرمہ میں مبعوث فرمایا اور تمام جہانوں کے لئے ہادی ٹھہرایا۔ خطۂ عرب میں ایک زمانے سے کوئی ہادی نہیں بھیجا گیا تھا اس لئے یہاں گمراہی، بے راہ روی اور بت پرستی نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی تھیں۔ ہدایت کا پودا ایسی سنگلاخ زمین میں لگانا آسان نہ تھا۔ تیئیس برس میں آپ ﷺ نے ایک لازوال انقلاب برپا کر دیا، صدیوں سے بے آب و گیاہ زمین اس طرح سیراب ہوگئی کہ اس زمین سے رحمت و کرم، محبت و انصاف اور احسان کے چشمے پھوٹے۔

تیرے کرم نے ڈال دی طرح خلوصِ بندگی
تیرے کرم نے بند کی رسم و رہ ستم گری

نور کے معنیٰ روشنی کے ہیں، یہ انسان کے باہر بھی ہے اور اندر بھی۔ اس باہر کی روشنی

سے زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ زندگی گزارنا اور ہے اور زندگی کا مقصد پورا کرنا الگ بات ہے۔ اب جو شخص اندر کی روشنی سے محروم ہو وہ زندگی کے مقاصد سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

حضور رحمت للعالمین ﷺ نے لاکھوں دلوں میں نور ایمان کا پودا لگایا جو اس قدر بارآور ہوا کہ اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں آپ اور ہم آج بیٹھے ہیں۔ آپ ﷺ واہلِ محبت نے بھی اور عام لوگوں نے بھی "نُورالہدیٰ" کہہ کر پکارا۔

معنوی اعتبار سے حق اور ہدایت کے لئے نور جتنا موزوں ہے کوئی اور لفظ نہیں۔ ظلمت، تاریکی یا اندھیرا، گمراہی اور بھٹک جانے کی علامت بن گیا جبکہ راستہ دکھانے، رہبری کرنے کے لئے نور کے لفظ کا انتخاب ہوا۔ حق تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (سورۃ نور آیت نمبر 35)

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"

دیکھئے قرآن مجید میں ایک سورۃ کا نام ہی "نور" ہے حضور سید عالم ﷺ بلاشبہ پوری کائنات کے لئے سراپا نور ہدایت بن کر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ (سورۃ مائدۃ آیت نمبر 15)

یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور کتاب مبین۔

یہ نور مصطفیٰ ﷺ کا فیضان ہی تھا جس نے پوری کائنات میں ہر طرف ایمان اور ہدایت کے اجالے پھیلا دیئے اور دنیا سعادت و نجات کی راہ پر جادہ پیما ہوگئی۔ یہ وہ نُور ہے جو قلب میں داخل ہوتا ہے تو اسرار و رموز کے پردے اٹھتے جاتے ہیں اور وہ کچھ نظر آتا ہے جو ظاہر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔

کَھْفِ الْوَرٰی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ کَھْفَ الْوَرٰی ط

درود وسلام ہو آپ ﷺ پر میرے آقا ﷺ جو کہ مخلوق کے لئے پناہ گاہ ہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ ''کہف الوریٰ'' یعنی سائبان کرم ہیں ہر ایک کیلئے۔آپ ﷺ نے معاشرہ میں یتیموں، مسکینوں کو بلند حیثیت دی۔ان کی بہبود کے اصول متعین کئے۔ان کی جائیداد اور مال کے تحفظ کا انتظام کیا۔چنانچہ آپ ﷺ کے طرز عمل سے پورا معاشرہ یتیموں مسکینوں اور کمزور لوگوں کیلئے دار الشفقت بن گیا۔ظہور اسلام سے قبل جاہلی معاشرہ میں بیواؤں پر ظلم ہوتا تھا۔حضور سید عالم ﷺ نے ان کی مدد فرمائی۔وراثت کا حق دار ٹھہرایا۔ان کے دوبارہ نکاح کے احکام دیئے تاکہ معاشرے میں باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ ناداروں، بیواؤں کی خدمت کو عظیم نیکی قرار دیا۔ایک حدیث پاک میں ہے:

الساعی علی الارملة والمسکین کا لساعی فی سبیل الله
واحسبه کالقائم لا یفترو کالصائم لا یفطر

(صحیح مسلم ج8/221)

بعثتِ رسول ﷺ سے پہلے عرب کی سرزمین نہ صرف گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی بلکہ ظلم و بربریت اور فتنہ وفساد کی خوگر بھی تھی۔مجبور اور ستم زدہ لوگ کسی سہارے کی تلاش میں تھے۔سسکتی ہوئی انسانیت آسمان کی جانب تک رہی تھی کہ کوئی نجات دہندہ آئے۔ اس ماحول میں وہ صدر بزم انبیاء، سید کونین رحمت رَبِّ کبریا ﷺ خزینہ کرم لیے غار حرا سے اترے اور عالمگیر نجات انسانی کا پیغام دیا۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ عہدِ قدیم میں ظالم قومیں اپنے مفتوحہ علاقے کے باشندوں

کے ساتھ کس قدر بھیانک سلوک کرتی رہیں۔ دورِ جدید میں جنگ عظیم اول اور دوم میں فاتحین نے اپنے اپنے مفتوحہ علاقوں میں جس بربریت کا مظاہرہ کیا، پھر کچھ عرصہ بعد بوسنیا میں جو کچھ ہوا یہ ایک آئینہ ہے جنگی فتوحات کا! لیکن تاریخ میں ایسا انقلاب دنیا نے کہیں اور نہ دیکھا ہوگا کہ فتح مکہ کے موقع پر ہر وہ ظالم، جس نے آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے، سر ندامت جھکائے یاس کی تصویر بنے اپنی اپنی سزا کا حکم سننے کے لئے لرزتے دل کے ساتھ کھڑا ہے۔ مگر حضور سیّد کونین ﷺ نے اپنے ان تمام دشمنوں کو یکبارگی عفو عام کا مژدہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم ط اذھبوا انتم الطلقاء

''تم پر آج کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

ذرا سوچئے! کوئی مثال تاریخ عالم میں اس سے بڑھ کر کہف الوریٰ (یعنی مخلوق کے لئے جائے پناہ ہونے، کی لائی جاسکتی ہے؟

جلال اتنا کہ حسن میں بھی ہو جس سے شانِ نیاز پیدا
جمال ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا
عطوفت اتنی کہ حاسدِ بے ادب کے سارے گناہ بخشے
مروت ایسی کہ دشمنِ جاں طلب کو بھی وہ پناہ بخشے

اُس پیکرِ رحمت نے جس جس کو پناہ دی اسے عزّ و شرف بھی عطا کیا۔ کہف الوریٰ کے معنی ''مخلوق کی جائے پناہ'' ہیں اور مخلوق کا دائرہ کس قدر وسیع ہے، یہ سب جانتے ہیں۔ حیوانات ونباتات، جمادات سب ہی کے لئے آپ ﷺ ماویٰ وملجا ہیں۔ فرش وعرش، شجر وحجر، کوہ ودمن، بحر وبر، کیا کچھ اس کی مخلوق میں نہیں۔ زمین کو دیکھئے شرف سجدہ ریزی کے لائق بنادی۔ خاک کو تیمم کا وسیلہ بنادیا۔ جبلِ نور، جبلِ احد، غارِ ثور اور غار حرا زیارت گاہ مومنین بن گئے۔ پرندوں اور جانوروں کا حرم میں شکار منع فرما کر تحفظ دے دیا۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دُعا کی:

اللّٰھُم ان ابراھیم حرّم مکّۃ وانی احرّم مابین لابتیھا۔

"الٰہی! بیشک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کو حرم کردیا اور "میں" دونوں سنگستانِ مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے اسے حرم بناتا ہوں۔"

(بخاری، مسلم، احمد، الطحاوی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حرّم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مابین لابتی المدینۃ وجعل اثنی عشرۃ میلاً حول المدینۃ حمی۔

"تمام مدینہ طیبہ کو رسول اللہ ﷺ نے حرم کردیا اور اس کے آس پاس بارہ بارہ میل تک سبزہ و درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔" (بخاری، مسلم، احمد، عبدالرزاق)

آپ نے کھجور کے تنے کا حال بھی پڑھا ہوگا جو مسجدِ نبوی ﷺ میں نیا منبر تعمیر ہونے پر اللہ کے محبوب ﷺ کی جدائی میں اتنا زاروقطار رویا کہ مسجد نبوی ﷺ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس گریہ کو سنا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس خشک تنے کو اپنی آغوش کرم میں لے کر سکون بخشا اور جنتی پیڑ بنادیا۔

حکمت مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک نُکتہ کہ غلاموں کے لئے ہے اکسیر
دین ہو ، فلسفہ ہو ، فقر ہو، سُلطانی ہو
ہوتے ہیں پُختہ عقائد کی بنا پر تعمیر

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مِصۡبَاحُ الظُّلَمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِكۡ عَلٰى حَبِيۡبِكَ سَيِّدِ الۡاَنَامِ وَمِصۡبَاحِ الظَّلَامِ

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تمام مخلوقات کے سردار ہیں اور اندھیروں کا چراغ ہیں۔

انسان جب سے زمین پر اترا ہے، بدی کی قوتیں اسے ورغلانے کیلئے ہمیشہ ساتھ رہی ہیں اور قیامت تک رہیں گی۔ برائی ہمیشہ اپنا روپ بدلتی رہتی ہے۔ ہر طلوع ہوتا سورج گمراہی کا ایک نیا راستہ دکھاتا ہے اور ہر ڈوبتی شام برائی کے اندھیروں کی ایک انوکھی پرت ابھارتی ہے۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں ایک ایسا دور بھی آیا ہے جب زمان اور مکان کے ایک محدود دائرے میں وہ تمام ممکنہ انسانی برائیاں جمع ہوگئی تھیں جو پہلے کبھی پیدا ہوئیں یا آئندہ کبھی ظاہر ہونگی۔ تاریخ انسانی کا یہی وہ دور ہے جس سے دنیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے وقت گزار رہی تھی اور جسے قرآن نے عہد جاہلیت

حَمِيَّةَ الۡجَاهِلِيَّةِ۔ (سورۃ الفتح آیت نمبر 26)

ضلال مبین

وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 164)

فساد بحر وبر

ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ۔ (سورۃ الروم آیت نمبر 41)

اور آتشیں گڑھے کے کنارے

وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 103)

سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب بدی اپنے ہر روپ میں اولاد آدم پر مسلط تھی اور گمراہی کی

ہر شکل انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ بن کر جمی ہوئی تھی۔صرف خطۂ عرب ہی کے حالات پڑھ لیجئے: کفر، شرک اور نفاق کا ہر روپ یہاں موجود تھا۔ بدی اور بدکرداری کا ہر ناسور اس خطے پر مسلط تھا۔شیطان اور اسکی پوری ذریت یہاں ناچ رہی تھی۔ بدامنی اور انتشار کا یہاں دور دورہ تھا۔فتنہ وفساد کا زہر یہاں زندگی کی رگوں میں سرایت کئے ہوئے تھا۔لوگوں کے مزاج بگڑ چکے تھے۔ برائی افراد کی شخصی زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ سوسائٹی کے اجتماعی شعور کا حصہ بن گئی تھی۔حد یہ کہ سوسائٹی خود اس برائی کی حفاظت کرنے میں مگن تھی۔غرض انسانی تاریخ کا یہ ایک عجیب دور تھا۔جاہلیت کا ایسا دور جس کی اصلاح کیلئے خدا نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ یہ ظلمتوں کا دور تھا۔معاشرہ کا ہر منظر تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ایسے میں اگر حضور اقدس ﷺ نہ آتے تو نوع انسانی کو حیات نو اور آزادی کا عالمگیر پیغام کہاں سے ملتا۔ یہ وہ وقت تھا جب پوری کائنات ایک ہی پیاس میں ڈھلی تھی۔ ہدایت کے اس چراغ (مِصۡبَاحُ الظُّلَمِ) کی پیاس جو آئے اور سب اندھیروں کو یکا یک مٹا دے۔دنیا کو انتظار تھا نبوت کے آفتاب ﷺ کا۔پھر جب حضور اکرم ﷺ آئے تو ہدایت کا اجالا پھوٹا اور کائنات روشنیوں میں نہا گئی۔ آپ ﷺ سے پہلے دنیا کیا تھی ; بس ایک ویرانہ۔آپ ﷺ نے اس کا دامن خزانوں سے بھر دیا۔نوع انسانی طرح طرح کی بندشوں میں جکڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی زنجیریں توڑیں اور بوجھ اتارے۔آدم کی اولاد گروہوں میں بٹی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اسے محبت کی لڑی میں پرو دیا۔ انسانیت کرب و اضطراب کے تپتے ریگزاروں میں بھٹک رہی تھی، آپ ﷺ آئے تو رحمت کی گھٹا برسی اور فضائے ہستی پر سکون و عافیت کی ردائے نورانی چھا گئی۔ (اُمہ سیرت انسائیکلوپیڈیا: جلد3)

ے نجات اخروی و فوز دنیوی کیلئے
وہ ﷺ ایک نور کا جادہ ہیں ہر کسی کیلئے

درود تاج میں حضور اکرم ﷺ کا لقب '' مِصۡبَاحُ الظُّلَمِ '' اسی حقیقت کا آئینہ دار ہے۔''مصباح'' عربی کا لفظ ہے جس کے معنی چراغ ہیں۔قرآن کریم میں یہ لفظ بڑی

شان سے آیا ہے:

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِهٖ كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ ؕ (سورۃ نور آیت نمبر 35)

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو، اس میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ شیشے (کے ایک فانوس) میں ہے۔"

چراغ تمثیل کے لئے آیا ہے۔ اللہ کا رسول ﷺ ایسا چراغ ہے کہ جس چیز کو وہ اپنے نور سے روشن کرے ہمیشہ روشن ہی رہتی ہے اور سائے کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتی۔

؎ اندھیروں میں وہ قندیلِ ہدایت بن کے آئے تھے
وہ سوکھی کھیتیوں پر ابرِ رحمت بن کے آئے تھے

جب ظلمتِ اوہام میں ساری کائنات ڈوب چکی تھی۔ صداقت و ایمان بے آبرو کئے جا رہے تھے، اخلاق و شرافت کا سر شرم سے سرنگوں تھا، یہ جہانِ رنگ و بو تیرگی کا ایک ہیولا بن گیا تھا، ایسے جبر و ظلم کے بھیانک ماحول میں حضور سید کونین ﷺ نور ہدایت بن کر آئے اور آپ ﷺ کے آنے سے کائنات نے مقصدِ حیات حاصل کر لیا۔ یوں ظلمت کفر کو اس چراغ نور نے سرزمین عرب سے کافور کی طرح اڑا دیا اور چاروں طرف نور حق کے اجالے بانٹ دیئے جوش ملیح آبادی کے خوبصورت انداز میں:

خسرو خاور نے پہنچا دیں شعاعیں دور دور
دل کھلے، شاخیں بنیں، شبنم اڑی، چھایا سرور
آسماں روشن ہوا، کانپی زمیں پر موجِ نور
پو پھٹی، دریا بہے، سنکی ہوا، چہکے طیور
نور حق فاران کی چوٹی کو جھلکانے لگا
کس ادا سے پرچمِ اسلام لہرانے لگا

جَمِيْلِ الشِّيَمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى مَنْ لَهُ الْاَخْلَاقُ السَّنِيَّةُ وَالْاَوْصَافُ الْمَرْضِيَّةُ ط

اے اللہ درود و سلام نازل فرما اس ذات گرامی پر جن ﷺ کے اخلاق برگزیدہ اور جن ﷺ کے اوصاف پسندیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے پیغمبر حسن اخلاق کی رعنائیوں میں ڈھالے ہیں۔ نبی علیہ السلام جو کچھ بھی سوچے، جو کہے اور جو کرے سب خوبیوں سے پُر، اچھائیوں سے لبریز اور رعنائیوں سے معمور ہے۔ عام انسانوں کے مزاج میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی۔ اس لئے وہ کبھی اچھے ہوتے ہیں اور کبھی برے۔ کبھی نیک، کبھی گنہگار۔ لیکن خدا کے نبیوں کی شان الگ ہوتی ہے۔ ان کے مزاج میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ بس خوبیاں ہی خوبیاں ہوتی ہیں۔ ہر نبی علیہ السلام اپنے زمانے کیلئے رہبر بھی ہوتا ہے اور آئیڈیل نمونہ بھی۔ اس لئے ہر خوبی نبی علیہ السلام کی ذات میں لازماً موجود ہوتی ہے۔ نبی تو خیر کا معیار ہوتا ہے پھر بھلا کوئی خیر اس سے باہر کیونکر ہو سکتی ہے۔

قارئین محترم! یہ تو ہے عام انبیاء کرام علیہم السلام کی بات۔ اب ذرا خود ہی سوچئے کہ نبیوں کے سردار، کل عالم کے مختار، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس میں ودیعت خوبیوں کا عالم کیا ہوگا۔ میرے حضور ﷺ کی شخصیت سراسر خوبیوں کا پیکر ہے۔ ہر خوبی میرے حضور ﷺ کے مزاج میں ڈھلی ہے، روح میں بسی ہے۔ کائنات کی سب عظمتیں، نفاستیں اور خوبیاں حضور ﷺ کے اخلاق ہیں۔ ممکن نہیں کہ آدمی کسی ایسے کمال، کسی ایسی فضیلت اور صفت کا تصور باندھ سکے جو محبوب خدا ﷺ کے مزاج اقدس اور طبیعت مبارکہ کی ندرتوں میں درخشاں نہ ہو۔ خدا نے اپنی مخلوق کیلئے جتنی بھی خوبیاں اور عظمتیں بنائی ہیں

سب اس نے اپنے محبوب پاک ﷺ کے مزاج زیست میں انڈیل دی ہیں۔ذرا سوچیے اور گنتے جایئے خوبیاں: انابت بھی اخبات بھی،تمکن بھی تسلیم بھی،فتوت بھی تواضع بھی، مروت بھی حمیت بھی،عزیمت بھی تسلیم بھی،تفکر بھی تذکر بھی،توازن بھی ایثار بھی،تبتل بھی شہود بھی،رعایت بھی تجرید بھی،ریاضت بھی خشیت بھی،عزیمت بھی تفویض بھی،غرض وہ کونسی خوبی ہے جو حضور سید عالم ﷺ کی طبیعت میں نہ جھلملاتی ہو۔کوئی گنتا جائے؛اور ایک ہی کیوں،آدم کی سب اولاد گنے اور گنتی ہی رہے تا آنکہ زمین کی سانسیں بھی اس گنتی میں کھو جائیں؛پر یاد رکھو پھر بھی میرے آقا ﷺ کے مزاج اقدس کی خوبیاں شمار میں نہ آسکیں گی۔سچ کہا ہے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں، میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

''جمیل الشیم'' کیا خوبصورت لقب ہے اور کس قدر اجلے معانی اس کے۔پھر کیا ہی برتر شان ہے اس ذات اقدس کی جسے قرآن میں خود رب کائنات نے ''صاحب خلق عظیم'' ٹھہرایا ہے۔

؎ خدا جانے خود اس سرکار ﷺ کا کیا مرتبہ ہوگا
غلام بارگہ جس کے کہیں:'' ما اعظم شانی''

حاکم نے صحیح روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کا نام نامی عرش پر لکھا دیکھا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں کسی چیز کو پیدا نہ کرتا۔یہ آپ ﷺ کی فضیلت ہے۔

شروع دفترِ امکاں میں بسم اللہ کے بدلے
قلم نے نام لکھا لوح پر پہلے محمد ﷺ کا
فلک، طاؤس کی صورت جو اب تک رقص کرتا ہے
کبھی دیکھا تھا جلوہ ابرو و گیسوئے احمد ﷺ کا

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی بھول پر اللہ تعالیٰ کے حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی تو وہ قبول ہوئی۔ پھر یہ وسیلہ کل کائنات کے کام آیا ہے۔ ہر ذرہ مخلوق اسی ذات گرامی کے صدقے ہر آن فیض پا رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات میں سب سے افضل، سب سے اعلیٰ، سب سے برتر، سب سے معظم ہیں۔ اپنا نسب اقدس بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں محمد ﷺ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام مخلوقات میں سب سے افضل بنایا۔ عرب میں قبیلے کئی ہیں۔ مجھے سب سے اچھے قبیلے یعنی قریش میں پیدا کیا۔ پھر قریش میں کئی خاندان ہیں اور مجھے سب سے اچھے خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا کیا۔ پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں۔''

؎ نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
بہتر از عالم و آدم علیہ السلام تو چہ عالی نسبی

خود خالقِ کون و مکاں پل پل اپنے محبوب ﷺ کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہے۔ قدم قدم وہی حفاظت کر رہا ہے، ہر عیب سے بچا رہا ہے اور ہر خوبی سے آراستہ کر رہا ہے۔ پھر خود اعلان فرماتا ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی کہ محبوب ﷺ تو اپنی خواہش سے بات بھی نہیں کرتا اس کا پورا جیون وحی الٰہی ہے۔ اب محبوب خدا ﷺ گھر میں ہوں کہ باہر، مسجد میں ہوں کہ صفہ کی درسگاہ میں، لین دین، تجارت، فیصلے، غزوات، عبادات الغرض جو بھی عمل صادر ہو رہا ہے قدم قدم پر اسوۂ حسنہ دنیا والوں کی رہبری کے لئے سامنے آ رہا ہے۔ پھر کیوں نہ ساری دنیا مان لے کہ آپ ﷺ کی مثل کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ ؎

تیری صورت، تیری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تیری ہر ہر ادا آقا ﷺ دلیل بے مثالی ہے

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ حضور اکرم ﷺ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی

نسل میں سب سے بڑے اور شریف گھرانے کے فرزند ہیں۔ اس درجہ نیک اطوار کہ خون کے پیاسوں کو معاف کر دیں اور قاتلوں کو ہمیشہ کی امان دے دیں، سائلوں کو کبھی خالی نہ لوٹنے دیں۔

؎ درِ رسول ﷺ پر ایسا کبھی نہیں دیکھا
کوئی سوال کرے اور وہ عطا نہ کریں

بداندیش کے لئے بھی دعائے خیر کریں، دشمنوں، حاسدوں کے لئے صفائے قلب کا مظاہرہ کریں۔ انصاف پسندی کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ کی میزان عدالت میں وقار تاجِ شہی ہو یا غبار مسکنت دونوں برابر ہیں۔ ہر کوئی آپ ﷺ کے فیضان رحمت سے بہرہ ور ہے اور سبھی آپ ﷺ کی عظمتوں کا اقرار کرتے ہیں۔

تم نے دیکھا تو ہے دفترِ پیغام اس کا
اور ایسا کوئی گزرا ہو تو لو نام اس کا

حدیث مبارک

مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ آدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا فِیْہِ مِنَ الصَّلَاۃِ عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ یَعْنِیْ بَلَیْتَ قَالَ اِنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (سعادۃ الدّارین ص 87)

تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن میں ان کا وصال ہوا۔ اسی دین قیامت ہوگی۔ اسی دن مخلوق پر بے ہوشی وارد ہوگی۔ لہٰذا تم اس دن میں مجھ پر درُود پاک کی کثرت کرو کیونکہ تمہارا درُود پاک میرے دربار میں پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) کیسے حضور کے دربار میں درود پاک پیش ہوگا، حالانکہ انسان قبر میں جاکر بوسیدہ ہو جاتا ہے تو سرورانبیاء محبوب ربِّ کبریا صلوۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام کے اجسام مبارکہ کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے (یعنی انبیأ کرام کے جسم پاک صحیح وسلامت رہتے ہیں) لہٰذا تمہارا درُود پاک میرے وصال کے بعد بھی میرے دربار میں اسی طرح پیش کیا جائے گا۔

شَفِیْعِ الْاُمَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ شَفِیْعِ الْاُمَمِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ط

اے اللہ درود و سلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو روزِ قیامت امتوں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ عالم میں وہ تمام فضائل اور محاسن جو مخلوق کے کسی فرد میں جمع ہونے ممکن تھے سب کے سب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرما دیئے ۔ آپ ﷺ کے القاب ''رحمت للعالمین'' اور ''شفیعِ محشر'' صرف اپنی ہی امت کے لئے نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لئے بھی ہیں۔

بڑا عجیب نکتہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی امت ہو یا موسیٰ علیہ السلام کی، ابراہیم علیہ السلام کی امت ہو یا یوسف علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کی جب ان تمام امتوں کی حضور ﷺ شفاعت کریں گے جو نہ ان کے عہد میں تھے نہ جن سے واسطہ رہا تو ذرا سوچئے کہ خود اپنی امت کے لئے آپ ﷺ کی شان رحمت اور کمال شفاعت کی جلوہ گری کیسی اعلیٰ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ سے وعدہ کیا : وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی یہ وہی آیت ہے جس کے لئے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ہم اہلِ بیت سمجھتے ہیں سب سے بڑی خوشخبری اس آیت میں ہے۔

قرآنِ کریم میں شفاعت کے لئے بار بار ایک بات آئی ہے کہ اس روز ہم کسی کی سفارش قبول نہیں کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جن آیتوں میں سفارش قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے تو کیا اپنے محبوب ﷺ کے سوا کسی اور کو یہ حق دے گا، یقیناً نہیں۔

کہا خدا نے: شفاعت کی بات محشر میں

مرا حبیب ﷺ کرے، کوئی دوسرا نہ کرے

حضور رحمتِ دو جہاں ﷺ نے ان موحدین کو بھی بخشش کا سہارا دیا ہے جو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اپنے دامن کو کفر و شرک سے بچا کر رکھتے تھے۔ حاتم طائی کی بیٹی ایک جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تو آپ ﷺ نے بے پناہ شفقتوں سے نوازا کہ اس میں ایک رشتہ باپ کے سبب نیکی اور شعائرِ اسلام کا تھا۔ جس روز لوائے حمد حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک میں دیا جائے گا تو آپ ﷺ کی شان شفاعت کل عالم کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لے گی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از گرمیِ زبانۂ خورشیدِ آتشیں

روزِ جزاء پناہ لوائے محمد ﷺ است

صاحبِ درود تاج نے آپ ﷺ کا لقب "شفیع الامم" قیامت کے دن آپ ﷺ کی اس کرم نوازی کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ دن یقیناً میرے آقا و مولا ﷺ کی شان شفاعت کی لامحدود وسعتوں اور بیکراں تجلیوں کا عجیب منظر ہوگا۔؎

خدا شاہد ہے روزِ حشر کا کھٹکا نہیں رہتا

مجھے جب یاد آتا ہے کہ میرا کون والی ہے

فقیر و بے نواؤں اپنی اپنی جھولیاں بھر لو

کہ باڑہ بٹ رہا ہے فیض پر سرکار ﷺ عالی ہے

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

صَاحِبُ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو بے پناہ سخاوت اور کرم فرمانے والے ہیں۔

جود وکرم کیا ہے؟ سخاوت، ایثار ہمدردی اور صاحب جود وکرم کون ہے؟ وہ جو دوسروں کی عزت افزائی کرے، سب کا خیال رکھے، سب کو مال و دولت دے اور اپنی محبت سے نوازے۔ وہ جو اپنے جذبوں کی ہر پہنائی میں دوسروں کو ساتھ لیکر اترے، اور احساس کے ہر افق پر محبت کی چاندنی بکھیرتا نظر آئے۔ وہ جو زندگی کے راستوں میں چلے تو اوروں کو بھی ساتھ لے کر چلے۔ جیون کی کھیتی میں جب بھی کوئی فصل اگائے، پیار ہی اگائے اور پیار ہی لٹائے۔ وہ جو نفع پہنچا کر راحت پائے اور عزت دے کر سکون پائے۔ اسے تنہا کوئی خوشی نہ بھائے، جو خوشی دیکھے سب میں بانٹے۔ اور یہی ہے سیرت میرے حضور ﷺ کی۔ آپ ہمیشہ عام لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے۔ جو چاہتا، جب چاہتا حضورِ اکرم ﷺ سے مل سکتا تھا۔ دسترخوان پر کبھی اکیلے کھانا نہ کھاتے، ہر کہ ومہ کو شریک طعام کرتے۔ سواری پر کسی ہمسفر کو ساتھ بٹھا کر چلتے۔ مریضوں کی عیادت کرتے اور جنازوں میں شامل ہوتے۔ غریبوں کی دلجوئی کرتے، ان کی ضرورتیں برلاتے۔ سفر و حضر میں ہر اجتماعی موقع پر چھوٹے بڑے کام میں صحابہ کے ساتھ شریک محنت ہوتے۔

یہ سماجی شعور حقیقت میں زندگی کی وہ برتر سطح ہے جو صاحب جود وکرم ﷺ ہی

کی شان اطہر کے شایاں ہے۔نوع بشر کو آپ ﷺ نے ایثار، ہمدردی، تعاون، دوستی اور خدمت کے جن اعلیٰ اصولوں اور پاکیزہ روایات سے عملاً روشناس کرایا، اس کی مثال تاریخ عالم میں اور کہیں نہیں ملتی۔آپ ﷺ کی شان جودوکرم سب سے یکتا اور انمول ہے۔حسن کردار کا ایسا خزانہ جو دنیا والوں کیلئے ہمیشہ آئیڈیل رہے گا۔ایثار و قربانی کی وہ سب سے اونچی سطح جس تک پہنچنا رہتی دنیا کسی اور کے بس میں نہیں ہے۔ بدو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آتے اور انتہائی ناپسندیدہ رویہ اپناتے مگر آپ ﷺ کی شان جودوکرم ہمیشہ انہیں اپنی عطا و بخشش سے ڈھانپ لیتی۔آپ ﷺ کی بارگاہ کرم تک رسائی ہر آن سب کو میسر تھی۔ راہ چلتے کوئی بڑھیا اپنے کسی کام کیلئے روک لیتی، آپ ﷺ کمال توجہ سے اسکی بات سنتے اور اسکے کام کے لئے ساتھ چل پڑتے۔

امام بخاری نے ادب المفرد میں عدی بن حاتم کی روایت بیان کی ہے کہ میں بارگاہ رسول ﷺ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بچے، خواتین اور دیہاتی لوگ جمع ہیں اور سب آپ ﷺ کے کمال قرب اور غایت توجہ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔حضور اقدس ﷺ کے سامنے کوئی بات کرنے والا جو کچھ چاہتا، بے تکلف کہہ دیتا۔کوئی راہگیر جہاں چاہتا، راستے میں اپنے کسی کام کیلئے آپ ﷺ کو روک لیتا۔لوگ اپنے ناپسندیدہ طرز عمل سے آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے مگر حضور اقدس ﷺ کبھی کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے۔آپ ﷺ کی رحمت و عنایت اور جودوکرم کا دریا مسلسل بہتا رہتا اور ہر اچھے برے، ہر اپنے پرائے کو یکساں سیراب کرتا رہا۔سچ یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی شان جودوکرم اپنی بے پایاں وسعتوں میں ساری کائنات سے بڑھ کر ہے۔رحمت مصطفیٰ ﷺ کا دریا بیکراں ہے۔ہر شئے اس رحمت کی آغوش میں سمٹی ہوئی ہے اور کائنات کے سب کنارے آپ ﷺ کے جودوکرم سے فیضیاب ہیں۔

وَاللّٰہُ عَاصِمُہٗ

اَلصَّلٰوتُ الطَّیِّبَاتُ عَلٰی مَنْ عَصِمَہُ اللّٰہُ تَعٰلٰی وَکَفٰی لَہٗ مِنْ شَرِّ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ ط

پاکیزہ درودوں کا نذرانہ ہے اس ذات گرامی کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھا ہے اور تمام مخلوقات کے شر سے انہیں بچانے کے لئے کافی ہے۔

حضور سید کونین نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیلئے حفاظت کا وعدہ قرآن حکیم کی بیسیوں آیات میں دوٹوک ملتا ہے مثلاً

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ط (سورۃ الضحیٰ آیت نمبر 4)

یعنی آپ کے لئے ہر آنے والا لمحہ پہلے سے بہتر ہے۔ یقیناً اس بہتری میں حفاظت شامل ہے۔

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط

(سورۃ الفتح آیت نمبر 28)

یعنی اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ اسے دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرے۔

یہ غلبہ تبھی ممکن ہے جب صاحب دین پیغمبر اعظم و آخر ﷺ کی حفاظت کا اہتمام موجود ہو۔

اور دیکھئے بالکل صاف و صریح آیت مقدسہ

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط (سورۃ المائدۃ آیت نمبر 67)

یعنی اے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ یقیناً لوگوں کے شر سے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھے گا۔

پھر یہ بھی ہے کہ خود قرآن حکیم کی ابدی حفاظت کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ط (سورۃ الحجر آیت نمبر 9)

یعنی بے شک یہ قرآن حکیم ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے واضح بیان کے بعد قرآن حکیم میں کسی قسم کی تحریف کا ہر امکان

ختم ہوجاتا ہے۔

قرآن پاک کی ہر آیت اور ہر سورت حضور اقدس ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک کامل اور مکمل طور پر اپنی اصل اور غیر محرف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔(ایک مستشرق کے الفاظ میں)

''یورپ کے جن مصنفین نے اس بات کے معلوم کرنے میں زبردست جدوجہد اور سعی کی ہے کہ کسی طرح قرآن میں تحریف ثابت کردیں وہ اپنی اس کوشش میں حیرت انگیز طور پر ناکام رہے ہیں۔''

پس کھلا کہ جب قرآن حکیم کی حفاظت ہورہی ہے تو اس میں سیرت صاحب قرآن کی حفاظت بھی شامل ہے پھر بھلا صاحبِ قرآن کا عاصم اللہ تعالیٰ کیوں نہ ہوتا؟ خالق کائنات نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، بطنِ مادر سے آغوشِ لحد تک لمحہ لمحہ وہ اس کی نگاہ میں ہیں، کوئی آفت، کوئی ہلاکت خیزی نہ ان کے وجود کو نقصان پہنچا سکی نہ ہی راہ حق سے ہٹا سکی۔ صاحبِ درود تاج نے نہایت جامع لفظ کا انتخاب کیا جو اپنی فصاحت کے ساتھ اپنی جامعیت کے کمال کا مظہر ہے۔

اب آیئے چند واقعات دیکھیں حفاظت رسول اکرم ﷺ کے:

(1) ابولہب کی طرح اس کی بیوی اُمّ جمیل بھی حضور ﷺ کی عداوت میں انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی، جب قرآن کریم کی سورۃ ''لہب'' نازل ہوئی: تو اسے سن کر وہ آتش زیر پا ہوگئی۔ اس بدبخت نے ایک بڑا سا پتھر اپنے ہاتھ میں لیا اور آپ ﷺ سے بدلہ لینے حرم میں آ پہنچی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معاملہ عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: فکر نہ کرو، وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔ جب وہ قریب پہنچی تو بولی! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تیرے صاحب نے میری ہجو کی ہے کافی دیر باتیں کرتی رہی اور واپس چلی گئی۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہی نہیں۔

(2) سفر ہجرت میں آپ ﷺ کے پورے کا پورا گھر کا محاصرہ کرنے والوں سے لیکر غار ثور اور سراقہ بن مالک کے تعاقب تک، نیز پورے راستے میں ہر طرف سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کا غیبی انتظام فرمائے رکھا۔ یہ سب واقعات تفسیر ہیں **وَاللّٰہُ عَاصِمُہٗ** کی۔

(3) خیبر میں یہودی عورت نے زہر آلود گوشت پکا کر تحفہ میں پیش کیا اور جان لینے کی سازش کی مگر نامراد رہی۔ اسی طرح جادو اور نظر بد کے پھر کفار، منافقین اور یہود نے آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوششیں کیں مگر ان کی ہر سازش کا انجام نامرادی اور بربادی ہی رہا اور حضور اقدس ﷺ کیلئے **واللہ عاصمہ** کا بہترین منظر ہمیشہ سجا رہا۔

کثرت درود گناہوں کی معافی کا سبب ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دربار نبوت میں حاضر تھا اور میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا درود پڑھوں آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کر میں نے عرض کی کہ اپنی فرصت کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں تو فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کر اور اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا اگر زیادہ میں بہتری ہے تو میں وظائف کے نصف وقت درود پاک میں لگا دیا کروں گا۔ فرمایا: تیری مرضی اور اگر تو اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کی: سرکار وظائف کے وقت سے دو تہائی میں درود پاک پڑھ لیا کروں۔ فرمایا: تیرے لئے بہتر ہے۔ تو عرض کی حضور ﷺ میں پھر سارے وقت میں درود پاک ہی پڑھ لیا کروں گا تو سرکار ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی شریف)

وَجِبْرِیْلُ خَادِمُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ النُّوْرِ الْکَامِلِ وَعَلٰی خَادِمِہٖ سَیِّدِنَا جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ؕ

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو نور کامل ہیں اور آپ ﷺ کے خادم سیدنا جبرئیل علیہ السلام پر۔

وہ حرف راز کہ سکھلا گیا ہے مجھ کو جنوں
خدا مجھے نفسِ جبریل علیہ السلام دے تو کہوں

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مقام کیا ہے؟ کون اسکی خبر دے۔ واقعہ یہ ہے کہ عقلِ انسانی کی جہاں تک رسائی ہے، وہاں سے جبرئیل علیہ السلام کی عظمتوں کا سفر شروع ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے جبرئیل امین علیہ السلام کا تعلق یقیناً دوست اور خادم کا ہے۔ یہ خادم بڑا وکھرا، بڑا البیلا ہے۔ یہ انگنت رشتوں اور بیکراں نسبتوں سے حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی کی رفاقت، قربت اور معاونت میں ہر آن سرگرم رہتا ہے۔ جبرئیل امین علیہ السلام حضور سید عالم ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور جب بھی حضور ﷺ چاہیں تو پلک جھپکنے میں حاضر دربار ہوجاتے ہیں۔ شب معراج حضور اکرم ﷺ براق پر سوار ہو کر سوئے لامکاں چلے تو جبرئیل امین علیہ السلام ساتھ خادم کی طرح ہم سفر رہے اور ہر مقام و منزل کا تعارف کراتے رہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ○ (سورۃ التحریم آیت نمبر 4)

''اور اگر تم نے ایکا کرلیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں تو (خوب جان لو) کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مددگار ہے، جبرئیل علیہ السلام اور نیک بخت مومنین بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں اور اسکے علاوہ سارے فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں''

درود پاک کی برکت سے جان کنی آسان ہوگئی

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایک مال دار آدمی تھا۔جس کا کردار اچھا نہیں تھا۔لیکن اسے درود پاک پڑھنے کا شوق تھا کسی وقت وہ درود پاک سے غافل نہیں رہتا تھا۔ جب اس کا آخری وقت آیا اور جان کنی کی حالت طاری ہوئی تو اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور بہت زیادہ تنگی لاحق ہوئی۔

حتیٰ کہ وہ ڈر گیا تو اس نے جان کنی کی حالت میں ندا دی ''اے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔اور درود پاک کی کثرت کرتا ہوں۔''

ابھی اس نے یہ ندا پوری بھی نہ کی تھی کہ اچانک ایک پرندہ آسمان سے نازل ہوا اور اس نے اپنا پر اس آدمی کے چہرہ پر پھیر دیا فوراً اس کا چہرہ چمک اٹھا اور کستوری کی سی خوشبو مہک گئی اور وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا۔اور پھر جب اس کی تجہیز وتکفین کر کے قبر کی طرف لے گئے اور اسے لحد میں رکھا تو ہاتف سے آواز سنی۔ہم نے اس بندے کو قبر میں رکھنے سے پہلے کفایت کی اور اس درود پاک نے جو یہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھا کرتا تھا اسے قبر سے اٹھا کر جنت پہنچا دیا ہے۔

یہ سن کر لوگ بہت متعجب ہوئے اور پھر جب رات ہوئی تو کسی نے دیکھا زمین وآسمان کے درمیان چل رہا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۚ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر 56)

وَالْبُرَاقُ مَرْکَبُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مَنْ کَانَ مَرْکَبُہُ الْبُرَاقُ

اے اللہ درود و سلام اور برکتیں نازل فرما اس ذات گرامی پر جن ﷺ کی سواری براق تھی۔

براق شب معراج حضور اکرم ﷺ کے لئے جنت سے آیا: ابن ہشام نے روایت میں اس کی ہیئت یوں بیان کی۔

فاخذ بعضدی فقمت معه فخرج بی الی باب المسجد فاذا دآبة ابیض بین البغل والحمار فی فخذیه جناحان یحفر بهما یضع قدمه فی منتهی طرفه فحملنی علیه ثم خرج معی لا یفوتنی ولا افوته۔

''جبرئیل نے میرا بازو پکڑ لیا تو میں انکے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مجھے لے کر مسجد کے دروازے کی طرف نکلے۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید چوپایہ، خچر اور گدھے کے درمیان قد والا، موجود ہے۔ اس کی رانوں میں دو پنکھ ہیں جن سے وہ اپنے دونوں پاؤں کریدرہا ہے۔ (اس کی صفت یہ ہے کہ) اپنی نظر کی انتہاء پر اپنا اگلا پاؤں رکھتا ہے۔ انہوں نے مجھے اس پر سوار کرایا، اس کے بعد میرے ساتھ نکل چلے۔ نہ وہ مجھ سے دور ہوتے اور نہ میں ان سے۔''

ابن اسحٰق نے قتادہ کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لما دنوت منه لا رکبه شمس فوضع جبریل یده علی معرفته ثم قال، الا تستحی یا براق مما تصنع فو الله ما رکبك عبد الله قبل

محمد ﷺ اکرم علی اللہ منه قال فاستحیٰ حتی ارفض عرقا ثم قرحتی رکبته

''جب میں سوار ہونے کیلئے اس (براق) کے پاس گیا تو شوخی کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس کی ایال پر رکھا اور کہا: اے براق! تو جو کچھ کر رہا ہے اس سے تجھے شرم نہیں آتی؟ اللہ کی قسم حضرت محمد (ﷺ) سے پہلے تجھ پر اللہ کا کوئی ایسا بندہ سوار نہیں ہوا جو اللہ کے یہاں آپ ﷺ سے زیادہ عزت والا ہو۔ اس پر براق ایسا شرمندہ ہوا کہ پسینے پسینے ہو گیا اور چپ چاپ ٹھہر گیا یہاں تک کہ میں اس پر سوار ہو گیا۔''

جدید سائنس پر تحقیق کرنے والے مصنفین نے براق کا نام برق یعنی روشنی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے یوں گویا اس کی رفتار روشنی سے ہمکنار تھی اس لئے وہ خلا سے آگے اور کہکشاؤں سے دور جا سکا۔ بہر آئینہ براق آسمان کی سواری ہے، خلاؤں کی سواری ہے اور جنتوں کی سواری ہے۔

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَآئِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَشِفَآئِھَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَآئِھَا وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ۔

ترجمہ: یا اللہ درود بھیج ہمارے سردار حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دلوں کے طبیب اور ان کی دوا ہیں اور جسم کی عافیت اور ان کی شفا ہیں اور آنکھوں کا نور اور ان کی چمک ہیں اور آپ کی آل اور اصحاب پر درود اور سلام بھیج''۔ (جواہر البحار ج 3 ص 40)

خاصیت: جسمانی و روحانی بیماریوں سے شفاء۔

وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُہٗ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَامَنْ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ بِسَفَرِ الْمِعْرَاجِ ط

درود وسلام ہو آپ ﷺ پر اے وہ ذات گرامی جنہیں اللہ تعالیٰ نے سفر معراج کے ذریعہ عزت عطا فرمائی۔

یہاں درود تاج کے مصنف نے حضور اقدس ﷺ کے سفر معراج کا تذکرہ کیا ہے اور اسکی مختلف منازل بیان کی ہیں جیسے سدرۃ المنتہیٰ، قاب قوسین اور دیدارِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو اس شان واہتمام سے یہ سفر کرایا کہ ایسا سفر نہ اس سے قبل کسی کو میسر آیا نہ قیامت تک کسی کا نصیب بن سکے گا۔ لیکن کچھ لوگ اس کا انکار کرتے آئے ہیں دراصل جہاں دلوں میں نور ایمان کا چراغ مدھم تھا ان کے قدم ڈگمگائے اور وہ مستشرقین کے نقش قدم پر چل پڑے مگر جن کے ایمان کی حفاظت خدا نے کی، ان کے یقین کے چراغ ضوفشاں رہے۔ وہ نہ کسی شک وشبے میں پڑے اور نہ کسی تذبذب کا شکار ہوئے۔ یہ وہ صاحب ایمان ہیں جو اس واقعے پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح سوچتے ہیں کہ جو کچھ حضور اقدس ﷺ نے بتایا اس حق کو جان ودل سے تسلیم کرلیا۔ ذرا غور کیجئے کہ مغربی فلسفیوں نے معراج اور معجزات کی مخالفت کی لیکن حبیب خدا ﷺ کی ذات اقدس ﷺ کے کردار کی تعریف ہی کرتے رہے۔ حیرت ہے مسلمانوں میں وہ لوگ کتنے بدقسمت ہیں جو واقعہ معراج پر اپنی عقلِ ناقص کو حکم بنا رہے ہیں۔

واقعہ معراج پر سب سے بڑی الجھن یہ ہے کہ سفر جسمانی ہو یا روحانی؟ معترضین اپنے گمان باطل میں سمجھتے ہیں کہ یہ تمام واقعہ خواب میں ہوا۔ حیرت ہے، یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر

معراج خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار مکہ اس پر اعتراض کیوں کرتے؟ کیا خواب پر بھی کبھی اس طرح اعتراض کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان معترضین نے کیا قرآن حکیم کا مطالعہ نہیں کیا جس میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ، اپنے اختیارات، اپنی مشیت کا بار بار اعلان کیا ہے۔ ذرا سوچئے اس کی مشیت اور قدرت کاملہ پر شک کرنا ایمان کی نفی نہیں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرسکتا ہے، موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا بنا سکتا ہے، کنکریوں کو قوت گویائی بخش دیتا ہے، یونس علیہ السلام کی حفاظت مچھلی کے شکم میں کرسکتا ہے، آتش نمرود کو گلزار بنا سکتا ہے، بنی اسرائیل کیلئے دریا سے راستہ بنا سکتا ہے، کیا وہ اپنے محبوب پاک ﷺ کو جسم اطہر کے ساتھ آسمانوں کی سیر نہیں کراسکتا؟ معراج مصطفیٰ ﷺ پر اعتراض فی الواقع اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات سوچنا جو اس کے اختیار کے لئے چیلنج ہو، کفر نہیں تو کیا ہے۔

ایک بار درود پڑھنے والے کو دس نیکیوں کا ثواب

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اس انداز میں تشریف لائے کہ آپ کا چہرہ بہت ہشاش بشاش تھا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیوں نہ خوش رہوں کہ ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اے محبوب کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر راضی ہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر ایک بار درود پاک پڑھے تو میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں بھیجیں اور میں اس کے دس گناہ مٹا دوں اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دوں۔ (القول البدیع)

وَسِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی مَقَامُہٗ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ عَلٰی مَنْ کَانَ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی مِنْ مَّقَامَاتِہٖ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ ط

درود وسلام اس ذات گرامی پر جن ﷺ کے سفر معراج کے مقامات میں سے ایک مقام سدرۃ المنتہٰی تھا۔

معراج کیا ہے؟ رفعتوں کا سفر۔زمین کی پستیوں میں بسنے والے ایک بشر کی پرواز، عرش کی لامتناہی بلندیوں کی سمت۔لیکن معراج صرف بلندیوں کا سفر ہی نہیں، وسعتوں کا احاطہ بھی ہے۔دیکھو آفاق کی شش جہت میں ہر طرف ایک چادر پوش کا سایہ ہے، اور زمان ومکاں کی سب قوتیں، سب دائرے اس کی آغوش میں سمٹے ہوئے۔ہاں معراج تسخیر کا راستہ ہے۔جبھی تو مخلوق کی آخری سرحد، بامِ عرش پر ایک خاک نشیں کے قدموں کی دھول چمک رہی ہے۔ سفر معراج درحقیقت رب کائنات کا جذبۂ محبت ہے۔جتنی بڑی حقیقت خدا کا موجود ہونا ہے، اتنی ہی بڑی حقیقت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر جس سے محبت کرتا ہے وہ محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی ہے۔آپ ﷺ کی ہستی محورِ التفات حق اور مہبط عنایات رب ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ کا محبوبِ رب ہونا قرآن پاک کا جوہر، حدیث کا عطر اور ایمان کی جان ہے۔اور اسی محبت کا ارمغان ہے سفرِ معراج۔حریم کبریائی کی تجلی گاہ میں پہنچے تو سفر معراج کا بھید کھلا۔

سفر معراج کے تین مرحلے ہیں، پہلا مرحلہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، یہ اسراء کہلاتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 1)

دوسرا مرحلہ مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہٰی تک، یہ معراج کہلاتا ہے۔

اور تیسرا مرحلہ سدرۃ المنتہیٰ سے عرش اعظم تک مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک۔

ان دونوں مرحلوں کا بیان سورۂ نجم میں ہے۔ذرا پڑھیئے سورۂ نجم آیات مقدسہ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○

قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○

تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○

اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

نہیں ہے وہ مگر وحی جو انکی طرف کی جاتی ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○

انہیں سکھایا ہے زبردست قوت والے نے

ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ○

بڑے دانا نے، پھر اس نے بلندیوں کا قصد کیا۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○

اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○

پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○

یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی ۝

پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب ﷺ) بندے کی طرف جو وحی کی۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝

نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ ﷺ)۔

اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝

کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۝

اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔

عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ۝

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ۝

اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۝

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝

نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ ﷺ) اور نہ (حدِ ادب سے) آگے بڑھی۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۝

یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(سورۃ النجم آیت نمبر 1 تا 18)

کیا جس مقام کا یہاں ذکر ہے، وہاں جبرئیل علیہ السلام موجود تھے؟ کیا ان کی رسائی وہاں ممکن تھی؟

جلتے ہیں جبرئیل علیہ السلام کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو
(ظفر علی خاں)

صاحب درود تاج نے ''سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی مَقَامُہٗ''کی جو تعبیر اختیار کی ہے، اس پر مولانا جعفر شاہ پھلواری نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے: واقعہ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے جہاں جا کر وہ ٹھہر گئے اور آگے نہ جا سکے، آنحضور ﷺ کی یہ گزرگاہ تھی، مقام نہ تھا''

اس کا جواب غزالی دوراں حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اختصار کے ساتھ دیا ہے جو نہایت مدلل ہے۔ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''محترم (پھلواری صاحب) نے اس جملے کو سمجھنے میں بھی غلطی کی، حقیقت یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے مقام جبریل ہونے کے جو معنی ہیں وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ یہاں حضور اکرم ﷺ کی خصوصی رفعتِ شان کا بیان مقصود ہے۔ وہ یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک کوئی بشر نہیں پہنچا مگر حضور اقدس ﷺ اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ ''مقامہ'' سے یہاں صرف پہنچنے کی جگہ مراد ہے۔ ''مقام ابراہیم علیہ السلام'' کا ذکر قرآن کریم میں وارد ہے اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے منبر شریف کو اپنا مقام فرمایا، حدیث کے الفاظ ہیں: مادمت فی مقامی ھذا۔ (بخاری جلد 1، ص 263) جس کے معنی پہنچنے اور کھڑے ہونے کی جگہ کے سوا کچھ نہیں۔ درود تاج کے اس جملے میں مقامہ کا یہی مفہوم ہے۔ مقام جبریل علیہ السلام پر مقام مصطفیٰ ﷺ کا قیاس ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کا قیاس جبریل علیہ السلام پر۔''

وَقَابَ قَوْسَیْنِ مَطْلُوْبُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام قرب سے بہرہ ور ہوئے۔

علامہ حسین علی ادیب رائے پوری ان کلمات کی شرح میں لکھتے ہیں:

واقعہ معراج پر مصنف درودِ تاج نے جس تسلسل سے الفاظ چُنے حسنِ بیان کی بہترین مثال ہے: مرقع عبارت، مقفی و مسجع ترتیب۔ جبریل خادمه والبراق مرکبه، والمعراج سفره وسدرة المنتهیٰ مقامه، وقاب قوسین مطلوبه۔ پھر اس کے بعد والمطلوب مقصوده، والمقصود موجوده۔ کتنی مٹھاس ہے ان لفظوں میں اور کیسا ترنم ہے، کس قدر خوش آہنگی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ یہ عبارت الہامی ہے۔ یہاں قاب قوسین کا ذکر ہے اور مطلوب میں طلب کا حسین پہلو پوشیدہ ہے۔ مومن کی شان اسی میں ہے کہ وہ قرب الٰہی کا متمنی ہو اور اسے قرب الٰہی میسر آجائے۔ یہاں جو مقصود حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا ہے وہ کمال قرب حاصل کرنا ہے جسے درود تاج میں بڑے اہتمام سے ظاہر کیا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب بندے کو اتنا کمال حاصل ہو جائے جو کمال عبدیت کا معیار ہے تو وہ اپنے مقصود کا دیدار بھی چاہے گا۔ علامہ اقبال نے اسی موقع کے لئے کہا تھا کہ ''یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر''۔ جب محبوب کا قرب حاصل ہو اور بات حجاب میں ہو تو عشق کی بے تابیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں۔ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا اس فلسفہ اور طلب کو عجیب معرفت کے انداز میں بیان فرماتی ہیں:

احب حبین حب الھویٰ
وحبا لانك اھل لذاکا
فاما الذی ھو حب الھویٰ
فشیء شغلت به عن سواك
واما الذی انت اھل له
فکشفك لی الحجب حتی اراکا

(المنار)

''اے اللہ میں تجھ سے دوہری محبت کرتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ تو میرا محبوب ہے، دوسری یہ کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ سے محبت کی جائے۔ پہلی محبت نے مجھے ماسوا سے بے خبر کر دیا، دوسری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ حجاب سرک جائیں اور چشم شوق لذت دید حاصل کرے''

''قاب قوسین کو حضور ﷺ کا مطلوب ومقصود قرار دینا اس وقت تک محل نظر رہے گا جب تک کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے۔''

غزالی زماں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پھلواری صاحب کو بچوں کی طرح سمجھاتے ہیں:

''شاید قاب قوسین کے مرادی معنی پھلواری صاحب نہیں سمجھتے، اس سے مراد کمال قرب الٰہی ہے اور یہ قرب اپنے حسب حال ہر مومن کا مطلوب ومقصود ہے۔ کتاب وسنت کا خلاصہ یہی ہے کہ بندے کو کمال قرب حاصل ہو جو کمال عبدیت کا معیار ہے۔ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر یہ مضمون وارد ہے مثلاً وَالسّٰبِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ مولانا جعفر شاہ پھلواری کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے، وہ یہاں

بھی اعتراض کئے بغیر نہ رہ سکے۔ لکھتے ہیں: اور جو سبقت کرنے والے ہیں وہ تو سبقت ہی کرنے والے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔" (سورۃ الواقعۃ آیت 11-10)

اور بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنیٰ "قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا یہاں تک کہ وہ اس (عبدِ مقدس) سے دو کمانوں کی مقدار تھا یا اس سے زیادہ قریب۔"

(بخاری شریف۔ جلد 2، صفحہ 120)

اب تو پھلواری صاحب سمجھ گئے ہونگے کہ قاب قوسین کے معنی کمال قرب ہیں جو یقیناً حضور اقدس ﷺ کا مطلوب و مقصود ہے۔"

درود پاک فقر کو دور کرنے کا باعث ہے

حضرت سَمُرَہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم دربار نبوت میں حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین اعمال کیا ہیں؟ فرمایا: سچ بولنا اور امانت کا ادا کرنا۔ عرض کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: تہجد کی نماز اور گرمیوں کے روزے۔ پھر میں نے عرض کیا حضور ﷺ کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا ذکر الٰہی کی کثرت کرنا اور مجھ پر درود پاک پڑھنا فقر کو دور کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کچھ اور ارشاد فرمائیے فرمایا جو کسی قوم کا امام بنے تو ہلکی نماز پڑھائے۔ کیونکہ مقتدیوں میں کچھ لوگ بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی، بچے بھی اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔ (القول البدیع)

وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ
وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی حَبِیْبِكَ الْمُتَخَلِّقِ بِصِفَاتِكَ فَاَنْتَ مَطْلُوْبُهٗ وَرِضَاكَ مَقْصُوْدُهٗ ط

اے اللہ درود و سلام اور برکتیں نازل فرما اپنے محبوب مکرم ﷺ پر جو تیری صفات کریمانہ سے متصف ہیں پس تُو اُن کا مطلوب ہے اور تیری رضا اُن کا مقصود ہے۔

معراج سفر محبت ہے۔ یہ سفر یک طرفہ نہیں، دوگونہ ہے۔ ایک جانب ناز محبت ہے اور دوسری طرف نیاز عبدیت۔ ایک بلانے والا ہے اور ایک جانے والا۔ پھر بلانے والا خود ہی لے جانے والا بھی ہے اور خود ہی مقصودِ سفر بھی۔ محبت کا یہ سفر درحقیقت حاصلِ آرزو ہے۔ خالق اپنے بندے کے شوقِ دیدار کی تسکین چاہتا ہے لہٰذا اسے اپنے قرب ناز کی پہنائیوں میں رسائی دے رہا ہے۔ محب اپنے محبوب سے راز و نیاز کا خواہاں اور اپنے حریم قدس کی خلوتوں میں اس کا منتظر ہے۔ یہ بات اپنی جگہ سچ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ساری مخلوق سے بڑھ کر خدا کو چاہنے والے ہیں۔ قرآن پاک آنحضرت ﷺ کو اوّل المسلمین اور اوّل العابدین کہتا ہے یعنی خدا کی بندگی اور اسکے پیار میں سب سے اوّل اور برتر درجے پر فائز ہستی۔

پھر یہ بھی صحیح ہے کہ قلب مصطفیٰ ﷺ میں ہر لحظہ وصال حق کی آرزو مچلتی تھی۔ چنانچہ یہ اسی شدّت آرزو کا کرشمہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ زمین پر رہنے یا اپنے

پاس آنے کا اختیار سونپا تو آپ ﷺ نے اللھم بل الرفیق الاعلی کہہ کر جامِ وصال نوش کرنا پسند کیا کیونکہ موت ہی وہ پل ہے جو محب کو محبوب سے ملاتا ہے۔ اور شاید یہ بھی اسی شوقِ دیدار کا ثمر تھا کہ آپ ﷺ نے کثرت نماز کو اپنا معمول بنالیا تھا کیونکہ نماز آپ ﷺ کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی دیدارِ حق کا ذریعہ تھی، پھر یہ بھی سچ ہے کہ دعوت حق کی راہ میں جتنی شدید تکلیفیں آپ ﷺ اٹھاتے اور اہل زمین جس قدر زیادہ آپ ﷺ کو ستاتے، اتنا ہی آپ ﷺ عرش والے کی طرف لپکتے اور اس کے لطف و کرم کی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ اسی لئے رب العزت نے آپ ﷺ کو عرش بریں پر بلایا اور اپنے دیدار سے بہرہ ور فرمایا۔

امت کی اکثریت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے حضور ﷺ مشرف ہوئے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ اس دنیا میں عالمِ بیداری کے اندر دیدار الٰہی ناممکن نہیں ہے۔ ثبوت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کسی محال چیز کے لئے نہیں تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں محال۔ پس امکان دیدار موجود تھا اس لئے سوال کیا۔

اس ضمن میں چند مزید دلائل ملاحظہ کیجئے:

(1) ابن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے قوی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد، کعب احبار رضی اللہ عنہ، زہری رضی اللہ عنہ اور معمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔

(2) نسائی اور حاکم کی روایت بھی دیکھئے:

اخرج النسائی باسناد صحیح و الحاکم ایضًا من طریق عکرمۃ عن ابنِ عباس اتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسیٰ والرؤیۃ لمحمد ﷺ

”یہ روایت نسائی نے سندِ صحیح کے ساتھ اور حاکم نے بھی صحیح سند کے ساتھ

عکرمہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ کیا تم لوگ اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلّت کا مقام ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور کلام کا شرف موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار کی سعادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہو۔"

امام عبدالرزاق اپنی تصنیف میں روایت کرتے ہیں:

"حسن بصری رضی اللہ عنہ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔" (عمدۃ القاری: جلد 19 ص 198)

(3) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال رسول اللہ ﷺ رایت ربّی عزّوجل

(4) ابنِ عساکر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اعطی موسٰی الکلام واعطانی الرؤیۃ لوجھہ وفضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود۔

"بیشک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا۔ مجھے شفاعتِ کبریٰ اور حوضِ کوثر سے فضیلت بخشی۔"

(5) ابنِ مردویہ رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ ابی بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ وھو یصف سدرۃ المنتھیٰ فقلت یارسول اللہ ﷺ مارأیت عندھا قال رأیت عندھا یعنی ربی

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان فرما رہے تھے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پاس کیا ملاحظہ فرمایا؟ ارشاد فرمایا: مجھے اس کے پاس دیدار ہوا۔"

(6) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

امانحن بنو ھاشم فنقول ان محمدا ﷺ رای ربه مرتین

''ہم بنی ہاشم اہلِ بیتِ رسول ﷺ کہتے ہیں بیشک حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔''

(7) محمد بن اسحاق کی حدیث میں ہے:

ان مروان سال ابا ھریرۃ رضی الله عنه ھل رای محمد ﷺ ربه فقال نعم

''مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں۔''

اب تابعین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

(8) اخبار التابعین (مصنف عبدالرزاق) میں ہے:

عن معمر عن الحسن البصری کان یحلف بالله لقد رای محمد ﷺ رَبَّهٗ

''امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے: بیشک حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔''

(9) امام ابنِ خزیمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں! حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے شبِ معراج دیدارِ الٰہی کا انکار سخت گراں گزرتا ہے۔

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا صحابہِ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدّثین ومفسّرین اور جمہور ائمہ شب معراج نبی اکرم ﷺ کے دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر

بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عالمِ قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالروٗف مناوی رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ مردویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابنِ خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، عالمِ کتبِ سابقہ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ، امام ابنِ شہاب رحمۃ اللہ علیہ، زہری رحمۃ اللہ علیہ، امام مجاہد مخزومی مکّی رحمۃ اللہ علیہ، امام عکرمہ بن عبداللہ مدنی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء بن رباح قریشی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم بن صبیح ابوالضحیٰ کوفی رحمۃ اللہ علیہ اور امام معمرؔ بن راشد بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ علیہ، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، کا بھی یہی مذہب ہے۔

(بحوالہ: المنیہ فی اصول منبہ الحبیب الی العرش والرؤیہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ)

شب معراج دیدارِ الٰہی کے بعض منکرین جس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں

یعنی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (سورۃ الانعام آیت نمبر 103)

اس کا مفہوم رُویت باری تعالیٰ کا ناممکن ہونا ہرگز مقصود نہیں ہے کیونکہ رُویت کی نفی سے مدح تو اس وقت ہوسکتی ہے جب خدا کی رُویت فی نفسہٖ ممکن ہو لیکن وہ نگاہوں کو رُویت سے روک دے۔ لیکن اگر خدا کی رُویت ممکن ہی نہ ہو تو یہ کوئی قابلِ مدح چیز نہیں ہوسکتی کیونکہ نفیِ محض بداہتہً مدح کا سبب نہیں ہوسکتی۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اسی وقت موجبِ مدح ہوسکتا ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ خدا کو دیکھ تو سکتے ہیں لیکن اسے یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ نگاہوں کو اپنی رُویت سے روک دیتا ہے لیکن اگر وہ رُویت کے قابل ہی نہ ہوتا تو یہ نفی کوئی مدح نہ ہوتی جس طرح جمادات کے لئے نیند کا نہ آنا کوئی مدح نہیں۔ بناء بریں قرآن مجید شاہد ہے کہ اس آیت مقدسہ سے شب معراج دیدارِ الٰہی کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ نُوْرِ کُلِّ رَسُوْلٍ وَّضِیَاءِہٖ

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو تمام رسولوں کی نورانیت اور اجالا ہیں۔

سیّد کے معنی سردار کے ہیں اور حضور نبیِ کریم رحمت للعالمین ﷺ تمام اولادِ آدم اور جملہ انبیا علیہم السلام کے سردار ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ نعمانیہ کا آغاز ہی یا سیّد السّادات سے کیا ہے اور اس قصیدے میں تمام انبیاء ورسولوں پر جو آپ ﷺ کا کرم ہوا ہے وہ ایک ایک کر کے شمار کرایا ہے، مثلاً

انت الذی لما توسّل اٰدم علیہ السلام
من زلّة بك فاز وهو اباكا

آپ ﷺ وہ ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑا۔ اگرچہ وہ آپ ﷺ کے جدّ امجد تھے، پر آپ ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا قبول فرمائی:

وبك الخليل دعا فعادت ناره
بردا وقد خمدت بنور سناكا

آپ ﷺ وہ ہیں کہ جب خلیل علیہ السلام نے دعا مانگی اور توسّل کیا آپ ﷺ کی ذات اقدس سے تو آگ گلزار بنی۔ آپ ﷺ کے نور پاک کی برکت سے۔

اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان سب کا اسی طرح ذکر فرماتے

ہوئے پھر کہتے ہیں:

قد فُقت یا طٰہٗ جمیع الانبیا

طرا فسبحٰن الذی اسرا کا

آپ ﷺ برتر ہیں از جملہِ انبیاء اے طٰہٰ لقب۔ پاک ہے جس نے ملکوت کی سیر کرائی تھی ایک شب۔

حضور اقدس ﷺ کے سیّد المرسلین ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ خود آپ ﷺ کی شان نبوت اس کا ثبوت ہے۔ شیخ شہاب الدین محمود حلبی اپنے ایک شعر میں حضور اکرم ﷺ کے تمام انبیاء کا سردار ہونا یوں بیان کرتے ہیں:

محمد ﷺ سیّد السادات اکرم من

علت بمثلہ فوق الوریٰ الرتب

''وہ ذات گرامی حضرت محمد ﷺ کی ہے جو تمام سرداروں کے سردار ہیں اور جن جن پیغمبروں کے لائے ہوئے دین سے دنیا میں روشنی پھیلی ان سب کے امام اور ان سب میں عالی مقام ہیں۔''

؎ آپ ﷺ ان کے لئے بھی رحمت ہیں

جو زمانے ابھی نہیں آئے

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ رحمت کا کوئی زمانہ محدود نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے قبل جتنے زمانے تھے اور آپ ﷺ کے بعد جتنے بھی زمانے آئیں گے، سب کے لئے آپ ﷺ رحمت ہیں۔ پھر دیکھئے کیا فرشتے آپ ﷺ کی آغوش رحمت میں شامل نہیں؟ یقیناً ہیں۔ ارواحِ انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی رحمت کے سائے میں نہیں؟ پس جہاں جہاں آپ ﷺ کی رحمت ہے وہاں وہاں آپ ﷺ ہیں اور ہر جگہ آپ ﷺ ہی سردار ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الا بابی من کان ملکا وسیدا   وآدم بین الماء والطین واقف

''سنو! میرا باپ قربان، وہ فرماں روائے دو جہاں (سوائے حضور اکرم ﷺ کے) وہ سردار کون تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔''

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن هنا ذهب العارفون الی انه ﷺ هو النبی المطلق والرسول الحقيقی والمشرع الاستقلالی وان من سواه من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فی حكم التبعية له ﷺ

''اسی لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبیِ مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبیِ کریم ﷺ ہیں اور جملہ دیگر انبیاء علیہم السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع ہیں۔''

(روح المعانی، علامہ آلوسی اقتباس از ضیاء القرآن جلد اول، ص248)

حضرت سیّدنا علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں حضور رحمت للعالمین ﷺ تشریف لائیں اور اس جہانِ آب وگل کو اپنے نور سے منور فرمائیں تو اس نبی پر لازم ہوگا کہ وہ جناب رسالت مآب ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ان کے دین کی تائید اور نصرت کرے اور پھر تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے یہی عہد، جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے لیا تھا، اپنی اپنی امتوں سے لیا۔

ے   کمال کچھ نہ رہا صاحبِ کمال کے بعد
ہر آئینہ ہوا دھندلا ترے جمال کے بعد

خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

اے اللہ درود و سلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو خاتم النبیین ہیں۔

حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ سب نبیوں کے آخر میں آئے اور کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد نہیں آئے گا۔ رہتی دنیا تک آپ ﷺ کی نبوت قائم رہے گی۔ نبوت محمدی وحی الٰہی کا وہ سمندر ہے جس کے فیوض و برکات کا ایک کنارہ ازل ہے اور دوسرا ابد۔ زمان و مکاں کے سب دائروں پر محیط۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کب سے پیغمبر ہے۔ فرمایا:

کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد

(فتاویٰ مکی ۱/38)

یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اور اب قیامت تک حضور اکرم ﷺ کی نبوت جاری رہے گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ڈنکے بجتے رہیں گے تب تک نبی کریم ﷺ کی رسالت کا بھی اقرار ہوتا رہے گا۔ نبوت محمدی صرف عقیدہ، نظریہ اور بیان نہیں بلکہ دائمی اور عالمگیر تہذیب و ثقافت کا ایک ایسا فعال اور متحرک ادارہ ہے جو پوری کائنات کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔ حضور اکرم ﷺ تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت ہیں۔ جب تک عالمین رہیں گے آپ ﷺ کی نبوت تمام جہانوں کو فیض دیتی رہے گی۔ نبی کریم ﷺ کو اس کائنات میں تصرف کا جو اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہے

وہ اب بھی پوری تابانی کے ساتھ بروئے کار ہے۔ آج اس دنیا میں جس کو جو کچھ مل رہا ہے اور رہتی دنیا جس کو جو کچھ ملے گا سب حضور سید عالم ﷺ کی شان ختم نبوت اور آپ ﷺ کے چشمہ فیض سے ملے گا۔

قرآن مجید کی سورۃ احزاب میں خالقِ کون و مکاں نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا لقب خاتم النبیین یوں بیان فرمایا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (سورۃ احزاب: آیت نمبر 40)

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور خاتم الانبیاء ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ ہدایت کا جو نظام حق سبحانہ وتعالیٰ نے قائم فرمایا تھا، آپ ﷺ کی ذات گرامی پر اس کی تکمیل کر دی گئی۔ آپ ﷺ سے قبل جتنے بھی انبیاء ورسل علیہم السلام آئے، ان کی شریعت زمان ومکاں کے اعتبار سے محدود تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت سے رشد وہدایت کے تمام پیمانے بدل دیے گئے۔ نبوت محمدی ﷺ قیامت تک جاری وساری رہے گی۔

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ ہر مقام پر اپنے محبوب ﷺ کو انتہائی درجہ کمال کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔ آپ ﷺ کا نور خدا کی ذات نے سب سے پہلے خلق کیا۔ آپ ﷺ کو باعثِ تخلیق کائنات ٹھہرایا۔ آپ ﷺ کے لئے عالمِ ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا، آپ ﷺ سے روزِ محشر مقام محمود اور لواء الحمد کا وعدہ فرمایا۔ گنہگاروں کی شفاعت کا سہرا آپ ﷺ کے سر سجایا۔ واقعہ معراج اس دنیا میں ایسا عظیم واقعہ ہے جس میں

آپ ﷺ کو وہ بلندی عطا کی جو کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں کسی کا مقدر نہ بن سکی۔ آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب اور شریعت مطہرہ کی تاقیامت حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ دیکھئے ان تمام نوازشات کریمانہ میں کتنا حسین تسلسل ہے۔ اور اگر آپ ﷺ خاتم النّبیین نہ ہوتے تو یہ تسلسل ٹوٹ جاتا۔

یہ اسی تسلسل نعمت کا امتیاز ہے کہ زمین سجدہ گاہ بن گئی ہے۔ پروردگار عالم نے تسخیر کائنات کا کام انسانوں کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ انسانیت ماتم کدوں سے نکل کر شادمانی کے نغموں میں ڈھل گئی ہے۔ بندہ عبدیت کی معراج تک پہنچ گیا ہے۔ رحمت کو جن آنسوؤں کی تلاش تھی وہ مل گئے ہیں۔ عاصیوں کو جس دامنِ رحمت کی طلب تھی وہ ہاتھ آ گیا ہے یہ شرف انسانی کی غایت، عبدیت کا اوجِ کمال اور ربِ دو عالم کے کرم کی حد ہے کہ اس نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو تمام صفات اعلیٰ دے کر خاتم النّبیین بنا دیا کہ اب ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ے پھر کوئی رب دو عالم کا مخاطب نہ ہوا
قلزم وحی الٰہی کا کنارا تُو (ﷺ) ہے

ایک حدیث پاک میں ختم نبوت کا تصور یوں اجاگر کیا گیا ہے:

”حضور نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ ابھی رہتی ہے تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔“ (بخاری شریف، کتاب المناقب، باب خاتم النّبیین)

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے:

1- مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا (یعنی الفاظ مختصر اور معانی بحرِ بے کنار)۔

2- رعب و سطوت کے ذریعے میری مدد فرمائی۔

3- میرے ذریعہ امت کے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔

4- میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس (مٹی) سے تیمم کی اجازت دی گئی۔

5- مجھے تمام مخلوقات عالم کے لئے رسول ﷺ بنایا گیا۔

6- اور میری ذات پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

کونسا درود افضل ہے

آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہم کو درود و سلام دونوں کا حکم دیا ہے لہٰذا اکمل درود شریف وہ ہے جس میں درود و سلام دونوں ہوں نماز میں درود ابراہیمی میں سلام نہیں ہے کیونکہ سلام التحیات میں ہو چکا اور نماز ساری ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے مگر نماز سے باہر وہ درود پڑھو جس میں درود و سلام دونوں ہوں۔ حضور ﷺ نے درود کی جو تعلیم درود ابراہیمی سے فرمائی یعنی درود ابراہیمی پڑھنے کا جو حکم فرمایا وہ نماز کی حالت میں درود مراد ہے غرض یہ ہے درود ابراہیمی نماز میں تو کامل ہے کیونکہ التحیات میں سلام کا ذکر ہو چکا لیکن نماز سے باہر غیر کامل ہے کیونکہ اس میں سلام نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نماز کے علاوہ افضل درود وہی ہے جس میں درود و سلام دونوں کا ذکر ہو۔

حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ ایک دن جب کہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے دعا مانگنا شروع کر دی کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو نے جلدی کی ہے لہٰذا جب تو نماز پڑھے تو اس کے بعد پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کیا کر پھر مجھ پر درود پڑھا کر پھر دعا مانگا کر پھر ایک اور نمازی آیا اس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر حضور ﷺ پر درود پاک پڑھا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو جو دعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ (مشکوۃ شریف)

شَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ شَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ اِلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ پر جو رب العالمین کی بارگاہ میں تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔

سورۃ بنی اسراءیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَہَجَّدۡ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ○ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 79)

''اور رات کے بعض حصے میں (اٹھو) اور تہجد ادا کرو (تلاوت قرآن کے ساتھ) (یہ نماز) زائد ہے آپ (ﷺ) کے لئے۔ یقیناً فائز فرمائے گا آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا رب مقام محمود پر۔''

امام مسلم نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں، چارہ ساز بیکساں، محبوب خدا ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی: امتی۔ امتی۔ ثم بکی۔ (اے میرے رب میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے)۔ پھر آپ ﷺ زار وقطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یا جبریل اذھب الیٰ محمد ﷺ فقل لہ انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک

''اے جبریل علیہ السلام! میرے محبوب کے پاس جاؤ اور میرا پیغام دو کہ اے حبیب ﷺ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور

تجھے تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

جو صاحبِ ایمان ہیں وہ شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ طرح کی شفاعتیں فرمائیں گے۔

1- شفاعتِ عامّہ جس سے مومن اور کافر، اپنے اور بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔
2- بعض خوش نصیبوں کے لئے بے حساب جنت میں داخل ہونے کی شفاعت فرمائیں گے۔
3- وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق بن چکے ہوں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے بخش دیے جائیں گے۔
4- وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرما کر انہیں وہاں سے نکالیں گے۔
5- اہلِ جنت کے مراتب میں ترقی کے لئے سفارش کریں گے۔

بابِ شفاعت میں احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے تاہم یہاں صرف ایک حدیث کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"روزِ محشر جلالِ خداوندی سے ہر دل پر خوف طاری ہوگا۔ تمام مخلوق اپنے اپنے نبیوں حضرت آدم علیہ السلام تا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے فریاد کناں ہوگی مگر کہیں شنوائی نہ ہوگی کہ روزِ محشر معاملہ بڑی نزاکت کا ہوگا۔ جب یہ تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور گریہ زاری کے ساتھ شفاعت کے لئے درخواست کریں گے۔ تو (عیسیٰ علیہ السلام) اس آستانِ رحمت کی طرف اشارہ فرمائیں گے جہاں سے کوئی نامراد ہو کر واپس نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ خلقِ خدا رحمت عالم و عالمیان، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کریں گے،

اور آپ ﷺ فرمائیں گے۔ انا لھا، انا لھا (ہاں! میں تمہاری مدد کروں گا)۔ پھر اللہ کے محبوب ﷺ عرشِ عظیم کے قریب سجدہ ریز ہوکر خدا کی حمد وثناء کریں گے تب خدا کی بارگاہ سے یہ صدا آئے گی:

یا محمد ﷺ ارفع راسك قل تسمع سل تعط اشفع تشفع

"اے پیارے حبیب ﷺ اپنے سر مبارک کو اٹھایئے، کہیے، آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی۔ مانگیئے آپ ﷺ کو دیا جائے گا شفاعت کیجیے قبول ہوگی۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (سورۃ مریم آیت نمبر 85 تا 87)

"وہ دن، جب ہم اکٹھا کریں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے حضور میں (معزز ومکرم مہمان بنا کر) اور اس روز ہانک کر لائیں گے مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح۔ انہیں کوئی اختیار نہیں ہوگا شفاعت کا بجز ان کے جنہوں نے رحمٰن سے کوئی وعدہ لے لیا ہے۔"

بلاشبہ وہ ذات گرامی جسے اذن شفاعت نصیب ہے سرکار دو عالم ﷺ ہی ہیں۔

عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین دن تک رسول کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ صرف نماز پنجگانہ کے لئے تشریف لاتے اور پھر خلوت نشین ہو جاتے۔ چوتھے دن حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تین دن تک ہم سے علیحدہ رہے، یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کوئی حادثہ وقوع پذیر ہو گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لم یحدث الا خیرا ان ربی وعدنی ان یدخل من امتی الجنة سبعین الفاً بلا حساب وانی سالت ربی فی ھذہ الثلاث الایام المزید فوجدت ربی ماجداً کریماً فاعطانی مع کل واحد سبعین الفاً۔

"اے میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم)! فکر و اندیشے کی بات نہیں۔ بڑا دل خوش کن واقع ہوا ہے۔ میرے رب نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستّر ہزار آدمیوں کو بِلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں اپنے رب سے تین دن تک اس تعداد میں اضافے کی التجا کرتا رہا۔ پس میں نے اپنے پروردگار کو بڑا عظیم و کریم پایا اور اللہ تعالیٰ نے ستّر ہزار کے علاوہ ان میں سے ہر ہر شخص کے ہمراہ ستّر ہزار عطا فرمایا۔" (روح المعانی)

ولادت سے وصال تک سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی امت کی بخشش اور شفاعت کے لئے لحہ لحہ بارگاہ خداوندی میں التجا بن کر گزری۔ سورۃ والضحیٰ کی آیت: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ○ کی تشریح میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے محمد بن حنیفہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اشفع لامتی حتیٰ ینادی ربی أرضیت یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم فاقول نعم یارب رضیت

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"میں اپنی امت کے لئے سفارش کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ میرا رب مجھے ندا کرے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو گئے؟ میں

عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔"

اس کے بعد امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اہلِ عراق! تم یہ کہتے ہو کہ قرآنِ کریم کی سب سے امید افزا آیت یہ ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ (سورۃ الزمر آیت نمبر 53)

فرما دیجئے! "اے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔"

لیکن ہم اہلِ بیت علیہ السلام یہ کہتے ہیں کہ کتاب الٰہی میں سب سے زیادہ امید افزاء آیت یہ ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (سورۃ الضحیٰ آیت نمبر 5)

"اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔"

حضور سید الکونین، رحمت للعالمین ﷺ اپنی امت کے ایک ایک فرد کی بخشش کے لئے حد سے زیادہ بے چین، بے قرار رہا کرتے۔ بیماری کی حالت میں جب کہ آپ ﷺ شدید تکلیف میں تھے، ہر سانس میں اپنے گنہگار امتیوں کی فکر کے کلمات ادا ہو رہے تھے۔

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
کروں مدح اہل دُول رضا، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ یَا اَنِیْسَ الْغَرِیْبِیْنَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ ط

اللہ تعالیٰ درود و سلام نازل فرمائے آپ ﷺ پر جو پردیسیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں اور کل نبیوں کے سردار ہیں۔ ؎

اِن ہاتھوں کے قرباں کہ اِن ہاتھوں سے تم نے
خار رہِ غم پائے غریباں سے نکالا

(مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ)

''الغریبین'' کون ہیں: پردیسی، مسافر، باہم دگر اجنبی۔ جو لوگ ایک دوسرے سے نا آشنا ہوں۔ اب دیکھئے اے قارئین محترم! کہ ''انیس الغریبین'' لقب میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی سیرت اطہر کے ایک ایسے لازوال کرشمے کا مظہر ہے جسے خود قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا:

فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا (سورۃ آل عمران آیت نمبر 103)

یعنی حضور رحمۃ للعالمین انیس الغریبین کی ذات گرامی کے ساتھ جڑ جانے کی برکت سے ان تمام لوگوں کو جو پہلے ایک دوسرے سے بالکل بیگانے تھے پھر دیکھئے کہ نسبت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام انسانوں کے ذہن، دل اور روح کے سارے رشتے باہم اتنے مضبوط اور گہرے ہو جاتے ہیں کہ اجنبی، پردیسی اور مسافر بھی پردیس کو اپنا دیس اور پرائے خطے کو اپنا ملک سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ مصطفوی معاشرے کا ایک اجلا رنگ ہے۔ اسلامی تہذیب کا پہلا مظہر اور اسلامی معاشرہ کا پہلا نقطہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت اطہر ہی وہ بیج ہے جس سے تہذیب و معاشرت کی ساری لہلہاتی فصل پھوٹی ہے۔

یہی بنیاد کی وہ پہلی اینٹ ہے جس پر تا ثریا اونچی اٹھتی ہوئی تہذیب و معاشرت کی یہ ساری عمارت قائم ہے۔صفحۂ دہر پر اسلامی معاشرہ کا سب سے پہلا یونٹ کاشانۂ مصطفیٰ ﷺ ہے اور قیامت تک یہی گھرانہ اس آفاقی سماج کا نیوکلیئس Nucleus رہے گا۔ اسلامی معاشرہ ایک جسم ہے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ اس جسم میں دوڑنے والی روح۔ہم سب اگر مسلمان ہیں تو صرف اس بنیاد پر کہ ہمارے آپس کے سارے رشتے ناطے،سب حضور اکرم ﷺ کے تعلق سے ہیں۔ (اُمہ سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد 3)

کتنی قومیں وجود میں آئیں
دہر میں خشک و تر کے رشتے سے
ہم نے بنیادِ دوستی رکھی
یاد خیر البشر کے رشتے سے

ہم ایک قوم، ایک امت اس بناء پر ہیں کہ ہم سب کا مشترک سہارا نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ہمارا انس ہمارا شوق، ہماری رغبت ہماری یاد، ہماری چاہت، ہماری محبت سب کچھ حضور اکرم ﷺ ہی ہیں۔اسلامی سماج کے مختلف اجزاء وعناصر کو آپس میں مربوط رکھنے والی قوت یہی نسبت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

مسلم معاشرہ آج جس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے اس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کی نسبت اور اطاعت پر استوار ہے۔آپ ﷺ ہی کی نسبت سے معاشرہ پیدا ہوتا، قائم رہتا اور پھلتا پھولتا ہے۔جس قدر آپ ﷺ کی ذات اقدس سے قریب ہوں گے اتنی ہی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے فیض سے اس معاشرے میں حرکت، توانائی اور فعالیت برقرار رہے گی۔اور اگر کبھی آپ ﷺ کی ذات اقدس سے دور ہونگے تو اپنے وجود اور بقاء کا جواز کھودیں گے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تا شعار مصطفیٰ ﷺ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

جو ترنم، موسیقیت اور نغمگی درود تاج کی بندشوں میں ہے اسے پڑھتے ہوئے بے پناہ سرور ملتا ہے۔ مراعات تناسب نے اسے کمال درجہ سحر انگیز بنا دیا ہے۔ ذرا دیکھئے تو القاب سید المرسلین، خاتم النّبیین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمۃ للعالمین، راحۃ العاشقین، مراد المشتاقین، شمس العارفین، سراج السالکین، مصباح المقربین، محب الفقراء والغرباء والمساکین ﷺ میں کیا عجیب لطافت اور دلکشی پیدا ہوگئی ہے۔ انیس الغریبین ایک ایسا لقب ہے جو میرے محبوب ﷺ کی بے پناہ شان کرم کا ایسا رنگ دکھا رہا ہے جو کائنات کے سارے بے وطن مسافروں کو یکا یک سائبان رحمت کی نوید سنا دیتا ہے۔

لیکن مولانا جعفر شاہ پھلواری صاحب نے یہاں بھی اعتراض جڑ دیا کہ لفظ غریبین کا استعمال عربی زبان کے قواعد کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں:

> ''کس عربی دان کو نہیں معلوم کہ ''غریب'' کی جمع غرباء ہے نہ کہ ''غریبین'' کیونکہ درود تاج کے مصنف نے آگے خود ہی ''محبّ الفقراء والغرباء والمساکین'' لکھا ہے۔

موصوف کا دوسرا اعتراض یوں ہے:

> ''درود تاج میں دونوں جگہ لفظ ''غریب'' کا مفہوم وہ لیا گیا ہے جو ہماری اردو زبان میں محتاج، بے مایہ کا ہے۔''

ان دونوں بے دلیل اعتراضات کے جواب علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال علمیت کے ساتھ یوں دیئے ہیں: پہلے اعتراض کے جواب میں حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعیل کے ہم وزن جس صیغے کی جمع سالم نہیں آتی وہ وہی صیغہ ہے جو مفعول کے معنی میں ہو۔ شافیہ کی مشہور شرح ''جار بردی میں ہے:

ثم مذکر وھذا لجمع لا یجمع بألو او والنون فرقاً بینہ وبین فعیل بمعنی فاعل ککریم یعنی فعیل بمعنی مفعول کی جمع سالم نہیں آتی ہے تا کہ فعیل بمعنی مفعول اور

فعیل بمعنی فاعل کا امتیاز باقی رہے جیسے کریم۔ (جاربردی شرح شافیہ:ص98)

یعنی ''کریم'' چونکہ فاعل کے معنی میں ہے اس لئے اس کی جمع کریمون آتی ہے۔فعیل کے وزن پر جو صیغہ فاعل کے معنی میں آئے اس کی جمع سالم آتی ہے جیسے کریم کی جمع کریمون اور کریمۃ کی جمع کریمات ہے۔تو فعیل کے وزن پر جو صیغہ مفعول کے معنی میں ہو اس کی جمع سالم نہیں آتی تا کہ دونوں کے درمیان فرق باقی رہے۔ (رضی شرح شافیہ جلد دوم ،ص148)

اب دیکھئے لفظ غریب فعیل کے وزن پر صرف فاعل کے معنوں میں آتا ہے لہٰذا اس کی جمع ''غریبون'' اور ''غریبین'' اسی طرح جائز ہے جس طرح رحیم کی جمع رحیمون اور کریم کی جمع کریمون جائز ہے۔علامہ فرماتے ہیں: ایک اور بات یہ کہ صاحب درود تاج نے ''غریبین'' کے بعد ''غربا'' کا لفظ وارد کر کے اس بات کو بھی واضح کر دیا ہے کہ اس کی جمع سالم اور مکسّر دونوں یعنی رحماء اور کرماء دونوں بلا شبہ جائز ہیں۔علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معترض جسے اپنی عربی دانی پر بہت ناز ہے، اس کی نظر سے کسی ایسی کتاب کا نہ گزرنا جو خود اس کے اعتراض کا جواب ہو، بڑا حیرت انگیز نقص ہے۔

حضرت علامہ محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ لغتِ حدیث کے امام ہیں۔آپ کی مشہور و معروف تصنیف ''مجمع البحار الانوار'' ہے۔امام نے اپنی اس تصنیف کا جو مقدمہ تحریر فرمایا اس میں اپنے ماخذ کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے اور آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہو گی کہ امام صاحب کی تصنیف ''مجمع البحار الانوار'' کے ماخذ کا نام ہی ''ناظر عین الغریبین'' ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ غریبین کی مناسبت سے حرف ''غ'' اس کے لئے رمز قرار دیا اور متعدد مقامات پر ''ناظر عین الغریبین'' سے حدیث کے مطالب و فوائد اخذ فرمائے۔خود امام محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کے آغاز میں فرمایا:

وأضم الی ذالك ما فی ناظر عین الغریبین من الفوائد۔

(مجمع البحار الانوار جلد اول ،صفحہ 3)

پھلواری صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لفظ غریب محتاج و بے مایہ کے معنی میں

استعمال کیا گیا ہے جبکہ عربی میں اس کا مفہوم اجنبی اور پردیسی کا ہوتا ہے۔مگر یہاں پر انہیں مغالطہ ہوا ہے۔ درود تاج میں جہاں لفظ غریب آیا ہے، اس سے مراد اجنبی ہے۔ حضور سیّدِ عالم ﷺ کی ذات گرامی پردیسی کے لئے انیس ومہربان اور رفیق ومیزبان ہیں۔

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا حسنِ سلوک غریب الوطن لوگوں کے ساتھ کیسا تھا اس کا اندازہ آپ ﷺ کی شان رحمت للعالمین کے مظاہر سے ہوتا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی عربوں میں مہمانداری ایک جوہر تھا جس پر عربوں کو بے حد فخر تھا اور حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر مہمان نواز ہستی تو دنیا میں اور کوئی ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کی مہمان نوازی اور پردیسیوں سے حسنِ سلوک تو آپ ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد آج بھی جاری وساری ہے۔ جو خوش قسمت مدینہ منورہ جاتا ہے وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لوٹتا ہے۔

کونسا درود شریف پڑھا جائے

صلوٰۃ وسلام کا کوئی خاص صیغہ مقرر نہیں ہے، ہر وہ درود شریف جس میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ہوں پڑھا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

اگر ایسا درود شریف پڑھا جائے کہ جس میں صرف صلوٰۃ کا لفظ ہو تو اس کے پڑھنے سے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم صلوا علیہ کی تعمیل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے حکم سلموا تسلیما پر عمل نہ ہوگا، اسی لئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح اور اپنی کتاب اذکار میں لکھا ہے کہ سلام کے بغیر صلوٰۃ کا پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب میں تحریر فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ الآیہ نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 56)

اے ایمان والو! اس (نبی) پر درود بھیجو تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔

قَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ

"بلاشک وشبہ ہم نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا جان لیا ہے، (یعنی التحیات میں يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ) آپ پر صلوٰۃ یعنی درود شریف کس طرح عرض کریں"۔ (مسلم مع نووی ج1 ص175)

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر سلام کہو تو مرسلین عظام اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی کہو (ص 57)

نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ جب انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام پڑھو تو ان کے ساتھ مجھ پر درود وسلام پڑھو۔ (ص 57)

رَحۡمَۃٍ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ط

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اپنے رسول مکرم ﷺ پر جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر مبعوث ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (سورۃ انبیاء آیت نمبر 107)

"یعنی اے محبوب (ﷺ) بیشک ہم نے آپ کو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اس آیت میں شان مصطفیٰ ﷺ کی ساری رعنائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔ رحمت للعالمین ﷺ کا دامانِ کرم اتنا وسیع ہے کہ اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس میں نہیں۔ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے، اپنے اور بیگانے سب کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو رحمت کے ہر مفہوم سے نوازا ہے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (جس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے وہ چیز میرے محبوب ﷺ کو بڑی شاق گزرتی ہے)۔ میں رقّت کا اظہار ہے اور بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ میں شانِ لطف واحسان کا، یعنی ہر دردمند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی ہے۔ کسی غمزدہ کو دیکھ کر غایت رافت سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور یہ آنسوؤں کے موتی اس کے لئے کارساز بن جاتے ہیں۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ بلیغ انداز میں اس کی شرح یوں بیان کرتے ہیں:

"ارشاد ہے اے محبوب ﷺ! جو کتاب مجید، دینِ حنیف، شریعتِ بیضاء خلقِ عظیم، دلائلِ قاہرہ، آیاتِ بیّنات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ ﷺ سارے جہانوں، جہان والوں کے لئے، اپنے اور بیگانوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں۔" (ضیاء القرآن)

رحمت کا یہ پہلو کتنا عجیب ہے کہ پچھلی امتوں پر اپنے نبی کی نافرمانی پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا تھا لیکن اس امت کو نافرمانیوں اور فسق و فجور کے باوجود اجتماعی عذاب سے محفوظ رکھا گیا ہے اور یہ صرف اس لئے ہے کہ آپ ﷺ رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے۔

حضور اکرم ﷺ سے کئی مرتبہ کافروں کے لئے دعائے ہلاکت کی درخواست کی گئی مگر آپ ﷺ نے شانِ رحمت کا اظہار یوں فرمایا:

انما بعثت رحمة ولم ابعث عذابا ط

"اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔"

علامہ سیّد محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

کونه ﷺ رحمة للجمیع باعتبار انه علیه الصلوٰة والسلام واسطة الفیض الالهی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نوره ﷺ اول المخلوقات وفی الخبر اول ما خلق

اللہ تعالٰی نور نبیك یا جابر وجآء أن اللہ تعالٰی المعطی وانا قاسم وللصوفیة قدست اسرارهم فی هذا الفصل کلام فوق ذالك (روح المعانی، علامہ سید محمد آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ)

”حضور رحمت للعالمین ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالمِ امکان کی ہر چیز کو حسبِ استعداد جو فیضِ الٰہی ملتا ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے ہی ملتا ہے ۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے:”اے جابر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔“ دوسری حدیث شریف میں ہے: ”اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں اس کی رحمت کے خزانوں کو بانٹنے والا ہوں۔“ اور صوفیائے کرام قُدِست اسرارہم نے اس ضمن میں جو اسرار و معارف بیان فرمائے، وہ اس سے بلند ہیں جو ہم نے بیان کئے۔“

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

اے از شعاع نُور تو خورشیدِ تاباں را ضیاء
آنی ہے کہ ہستی را شرف بالا تر از عرشِ عُلٰی

”آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس وہ ہے جس سے چمکتا دمکتا سورج روشنی حاصل کرتا اور آپ ﷺ کی ذات وہ ہے جس سے عرشِ عُلٰی کو شرف ملا۔“

رَاحَۃِ الْعَاشِقِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ رَاحَۃِ قُلُوْبِ الْعَاشِقِیْنَ

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ پر جو عاشقوں کے دلوں کی راحت ہیں۔

ما عاشقِ ظہور جمال محمد ﷺ ایم
سرمست از شراب وصال محمد ﷺ ایم

(حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کلیری رحمۃ اللہ علیہ)

سرمایہِ محراب ومنبر ہو، سوز وسرور انجمن ہو یا تنہائی کوہ ودمن، عشق ہی ساری زندگی کا ماحصل اور رونقِ حیات ہے۔ پھر یہ عشق اگر خدا کے محبوب ﷺ سے ہو تو کائنات زیست یہی بن جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی ہے کہ عشق متاع عام نہیں بلکہ ارمغان خاص ہے۔ یہ نصیب ہوتا ہے کسی کسی کو۔

متاع عشقِ محمد ﷺ مذاق عام نہیں
عطائے رب ہے یہ، لیکن کسی کسی کے لئے

(ادیبؔ)

مولانا جعفر شاہ پھلواری صاحب نے درود تاج میں راحۃِ العاشقین کے لفظ پر اعتراض کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''محبت ایک لطیف میلانِ قلب کا نام ہے مگر عشق محض ''زور گندم'' ہوتا ہے جس کا سارا تعلق حسن وشباب سے ہے۔ وہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں:

ے عشق نبود آں کہ در مردم بود

ایں خمار از خوردنِ گندم بود

''لفظ عشق اتنا گرا ہوا، گھٹیا اور سخیف ہے کہ قرآن اور احادیثِ صحیحہ نے اس لفظ کے استعمال سے احتراز کیا ہے۔''

پھلواری صاحب نے عشق کو''زورِ گندم'' سے تعبیر کرنے میں جو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے استدلال کیا ہے وہ ان کی نا سمجھی ہے بلکہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں یہ فرما رہے ہیں کہ لوگوں میں جو خواہشِ نفسانی پائی جاتی ہے وہ عشق نہیں بلکہ محض گندم کھانے کا خمار ہے لیکن پھلواری صاحب نے اسی خمار گندم کو عشق قرار دے دیا جس کے عشق ہونے کی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نفی فرما رہے ہیں۔

دیکھئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں خود ہی کتنے اعلیٰ انداز سے عشق کی تعریف و مدح بیان کی ہے۔

ہر کہ را جامہ ز عشقے چاک شد

او ز حرص و عیبِ کلّی پاک شد

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما

اے طبیبِ جملہ علّت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد

کوہ در رقص آمد و چالاک شد

''جس کے وجود نفسانی کا جامہ عشق سے چاک ہو گیا وہ حرص اور ہر عیب

سے پاک ہوگیا۔ اے ہمارے عشقِ خوش سودا اور ہماری تمام بیماریوں
کے طبیب، تو خوش رہ۔ اے ہمارے نخوت وغرور کی دوا، اے ہمارے
عشق، تو ہی ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے۔ جسمِ خاکی عشق سے افلاک پر
پہنچا۔ پہاڑ رقص میں آکر چست وچالاک ہوگیا۔"

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر شاہ پھلواری صاحب کا بھرپور علمی جواب دیا: وہ فرماتے ہیں: پھلواری صاحب نے ایک لطیف میلانِ قلب کا نام محبت رکھا ہے گویا ان کے نزدیک محبت میں نفسانی خواہش، زور گندم اور حسنِ شباب سے تعلق کا شائبہ ممکن نہیں حالانکہ اہلِ عرب کے کلام اور محاورات میں محبت کا لفظ حسن وشباب کے تعلق، نفسانی خواہش اور زور گندم کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ حدیث میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً بخاری شریف میں ہے:

انها كانت لی بنت عم احببتها ما يحب الرجال النساء
فطلبت منها فابت۔

"یعنی غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں میں سے ایک نے کہا: میرے
چچا کی بیٹی تھی جس سے میں ایسی محبت کرتا تھا جیسی شدید ترین محبت
مردوں کو عورتوں سے ہوتی ہے، لہٰذا میں نے اس سے اپنی خواہش پوری
کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔" (بخاری شریف جلد اول، صفحہ 314)

الفاظ حدیث کی روشنی میں پھلواری صاحب کے خود ساختہ اور من گھڑت عشق کے معنی (زور گندم) اور محبت میں کیا فرق رہا؟ مولانا روم کے اشعار میں تو عارفین کے عشق کا ذکر تھا جو "راحۃ العاشقین" کے الفاظ سے مراد تھا۔ اب اہلِ لغت کی طرف آیئے۔ تمام اہلِ لغت نے لفظ عشق کے معنی "فرطِ محبت" کے لکھے ہیں یعنی محبت میں زیادتی۔ مختار الصحاح صفحہ 374 پر ہے: العشق فرط الحب ۔ اسی طرح "لسان العرب" میں ہے (جلد دہم، ص 25) تاج العروس میں

یہی ہے (جلد ہفتم ،ص 13) اور قاموس (جلد سوم صفحہ 256) میں ہے۔

جس طرح محبت پاکیزہ بھی ہوتی ہے اور خبیث بھی اسی طرح عشق بھی پاکیزگی اور خبث دونوں میں پایا جاتا ہے، ملاحظہ ہو'' قاموس'' (لغت کی معروف کتاب):

العشق افراط الحب ویکون فی عفاف وفی دعارۃ۔

(جلد سوم ،صفحہ 256)

یعنی عشق کے معنی افراط محبت ہے جو پاک دامنی میں بھی ہوتا ہے اور خبث میں بھی۔

معلوم ہوا کہ عشق اور محبت میں شدت اور افراط کے سوا کوئی فرق نہیں۔

غزالی زماں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نقطے پر بھی تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ قرآن پاک اور حدیث نبوی میں لفظ عشق کیوں وارد نہیں ہوا؟ اگر کوئی لفظ قرآن میں نہ ہو تو کیا وہ گھٹیا ہو جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لفظ عشق گھٹیا اور گرا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث میں اس کا عدم استعمال اس کے گھٹیا ، سخیف اور گرا ہونے کی دلیل ہے ۔افسوس ہے کہ پھلواروی صاحب نے حکیم مشرق علامہ اقبال کے کلام پر نظر نہیں ڈالی ورنہ وہ عشق کے مفہوم اور تصور کے بارے اس قدر الجھا ہوا ذہن نہ رکھتے۔

سنئے علامہ اقبال کیا کہتے ہیں:

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدہ تصورات
صدق خلیل علیہ السلام بھی ہے عشق، صبر حسین علیہ السلام بھی ہے عشق
معرکہِ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

پھر نعت میں کہتے ہیں:

تازہ مرے ضمیر میں معرکہِ کہن ہوا
عشق تمام مصطفی ﷺ عقل تمام بولہب

گاہ بحیلہ می برد، گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتداء عجب، عشق کی انتہا عجب

یہ تفاوت ملاحظہ کیجئے جسے پھلواری صاحب زور گندم کہہ رہے ہیں اسے علامہ اقبال ''تمام مصطفیٰ ﷺ'' کہہ رہے ہیں۔ عشق کی جیسی تشریحات علامہ اقبال کے یہاں پائی جاتی ہیں اس انداز اور اس پیرائے میں کسی اور کے بیان میں نہیں ملتیں، فرماتے ہیں:ـ

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

کبھی اتنے پرجوش ہو کر عشق کی تعریف کرتے ہیں اور اسی جذبے میں خوبصورت تشبیہات بھر دیتے ہیں:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم
آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

الغرض پھلواری صاحب کا مفہوم عشق زور گندم ہو کر رہ گیا جب کہ علامہ کا عشق کبھی آوارہ و بے خانماں ہے اور کبھی وہ نوشیرواں ہے۔ کبھی وہ میدان میں زرہ پوش ہو کر آتا ہے اور کبھی وہ بے تیغ وسناں ہوتا ہے۔ کبھی وہ کوہ ودمن کی تنہائی بن جاتا ہے تو کبھی سوز وسرور انجمن رہتا ہے۔ کبھی اس کا عشق سمٹ کر سرمایہِ محراب ومنبر ہو جاتا ہے اور کبھی وہ اپنے شہپر پھیلاتا ہے تو خیبر شکن بن جاتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں عشق کی جتنی تعبیریں ہیں وہ شاید ہی کسی اور کے کلام

میں پائی جاتی ہوں: اور یہ سب کچھ فیض ہے عشقِ رسول ﷺ کا جو اسے صحبتِ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے ملا ہے۔ یہ صحبتِ روحانی ہے فیضِ مدرسہ نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ قرآن حکیم میں لفظ عشق کے نہ ہونے سے یہ دلیل قائم نہیں ہوتی کہ جو لفظ قرآن حکیم میں نہیں وہ گھٹیا ہے، علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ اور پیشِ خدمت ہے:

"بکثرت کلمات فصیحہ کتاب و سنت میں وارد نہیں ہوئے، مثلاً لفظ "ظروف" اور اس کا واحد "ظرف" ہے، قرآن میں کہیں وارد نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ "نظم" اور "نسق" دونوں لفظ عرب محاورات میں کثیر الاستعمال ہیں اور فصیح ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک لفظ بھی قرآن مجید میں وارد نہیں ہوا، نہ ان دونوں میں سے کوئی لفظ حدیث شریف میں آیا۔ کیا انہیں بھی اس بنیاد پر کوئی صاحبِ علم گھٹیا قرار دے سکتا ہے؟"

قرآن حکیم سے ظاہر ہے کہ شدتِ محبت یا فرطِ محبت کا دوسرا نام عشق ہے، دیکھئے، قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (سورۃ بقرۃ آیت نمبر 165)

"اور جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کے لئے "بہت زیادہ محبت" رکھنے والے ہیں۔" (سورۃ بقرۃ: پارہ 2)

اسی طرح حدیث پاک میں ہے:

حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ

"مومن وہی ہے جس کے دل میں "سب سے زیادہ میری محبت ہو۔"

مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ سُرُوْرِ قُلُوْبِ الْمُشْتَاقِیْنَ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کہ دلوں کے لئے سرور ہیں ان سب کے لئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شوق رکھتے ہیں۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت سے مالا مال فرما دیا، ان کی آرزو، ان کی مُراد، ان کا مقصد قربِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور یادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، کے سوا کچھ نہیں۔ جب تک محبوب کی طرف سے جذب وعنایت نہ ہو محب اپنی محبت کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔ اِدھر یہ حقیقت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی امت کے ایک ایک فرد سے بے پناہ پیار ہے۔ امت کو شاید خبر ہی نہیں کہ ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے کس درجہ محبت فرماتا ہے؛ اور جن کی روح نے یہ خوشبوئے محبت سونگھ لی انہیں مشتاقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام نصیب ہو گیا۔ جو شخص کثرت سے درود بھیجتا ہے وہ "مشتاقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" کی صف میں شامل ہے۔ ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا مُراد ہو سکتی ہے کہ وہ ذات، جو اللہ تعالیٰ کی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے، اس کی بھی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو جائے۔

ہجرت کے واقعات پر نظر ڈالئے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار ومشرکین کے حد سے زیادہ گزر جانے والے مظالم کے سبب ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی تو انہیں یہ گوارا تھا کہ ظلم سہہ لیں، جبر وتشدد برداشت کر لیں لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روئے انور کو دیکھنے سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ حق وصداقت بیان کی سماعتوں سے محروم ہونا گوارا نہ تھا۔ ان لوگوں نے زار وقطار گریہ پیہم میں ہجرت کا سفر اختیار کر لیا۔

پھر وہ وقت بھی آ گیا جب اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ہجرت اختیار فرمائی۔ اِدھر جو

لوگ مکہ مکرمہ میں رہ گئے ان کے لئے جدائی کا غم اس کرب سے زیادہ تھا جو کفار و مشرکین کے ظلم سے انہیں پہنچ رہا تھا۔ ایک صحابی رسول ﷺ جندہ رضی اللہ عنہ بن ضمرہ بیمار تھے جسم کی بیماری سے زیادہ روح کی بے قراری تڑپا رہی تھی اپنے بیٹوں کو طلب کیا اور کہا، اے میرے بچو! اب مجھ میں تاب نہیں، مجھے میرے آقا ﷺ کے قدموں میں لے چلو بس کسی طرح لے چلو۔ شدت مرض کا احساس کر کے بیٹوں نے عرض کیا: الیٰ این؟ (اس حال میں کہاں لے جائیں؟) مرض کی شدت سے گویائی میں کمی آ گئی تو ہاتھ سے مدینے کی طرف اشارہ کیا۔ بیٹے چونکہ نیک اور فرمانبردار تھے جندہ رضی اللہ عنہ بن ضمرہ کو چارپائی پر اٹھایا اور شہرِ مدینہ کا رخ کیا۔ ابھی وہ بنی غفار کے تالاب تک ہی پہنچے تھے کہ فرشتہ اجل نے میزبانی کی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت مقدسہ ایسے میں عاشقان رسول ﷺ کے لئے نازل ہوئی۔

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (سورۃ النساء آیت نمبر 100)

''جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کر جائے پھر آئے اس کو (راستے میں) موت تو اس کا اجر اللہ پر واجب ہو جاتا ہے۔''

(انساب الاشراف)

کیا عہدِ رسالت میں آپ ﷺ کے عشاق کی جو داستانیں پائی جاتی ہیں، بعد کے ادوار میں ایسے واقعات نہیں ملتے؟ یقیناً ملتے ہیں، اور بے شمار ملتے ہیں۔

ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ''میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل اور مال کے عوض میرا دیدار کر لیں۔'' (مسلم شریف/مشکوٰۃ شریف)

یعنی اگر انہیں کہا جائے کہ اگر سب اہل و مال سے دستبردار ہو تو زیارت میسر ہو جائے گی تو اس پر دل و جان سے راضی ہو جائیں گے۔

شَمۡسِ الۡعَارِفِیۡنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِكۡ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیۡبِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ
شَمۡسِ الۡعَارِفِیۡنَ ط

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا ومولا اور ہمارے محبوب حضرت محمد ﷺ پر جو عارفین کا آفتاب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کائنات کے تمام علوم ومعارف کا سرچشمہ ہیں۔نوع انسان کو علم ودانش،تہذیب وتمدن اور نظام زندگی جو کچھ ملا،سب بارگہ سید کونین ﷺ سے ملا۔ آخری وحی قرآن حکیم ہے اور اسکی شرح حدیث نبوی۔ بندوں کی روحانی ترقی اور علمی وعملی تکمیل کیلئے حضور اکرم ﷺ کائنات کے معلم ومربی بن کر تشریف لائے۔اولیاء واصفیاء اور عارفین حق اب رہتی دنیا تک حضور اکرم ﷺ کے نشان قدم کی پیروی اور آپ ﷺ کے دامان کرم کے سائے میں چلتے رہیں گے۔

عرفان حق اور شعور زیست ہی سے دنیا میں انسان کی حیثیت اجاگر ہوتی ہے۔ جس کا شعور زیست جتنا نکھرا ہوگا،اسکا مقام بھی اتنا ہی بلند ہوگا۔انگنت زمانوں نے انگنت انسان دیکھے ہیں،پر ایسا ایک ہی دیکھا ہے جس کا شعور زیست اور عرفان حق اس کائنات میں سب سے یکتا،سب سے اعلیٰ اور سب سے اجلا ہے۔آمنہ رضی اللہ عنہا کا لعل،محبوب خدا، کونین کا سردار ﷺ۔ ہر ذرۂ کائنات کیلئے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات اقدس نمونہ ہے۔تکوین میں بھی اور تشریع میں بھی۔فطرت میں بھی اور طبیعت میں بھی۔زندگی میں بھی اور شعور میں بھی۔تخلیق کے دائرے میں کوئی ایسا علمی،فکری،وجدانی،عرفانی،ایمانی،اخلاقی

اور عملی کمال ممکن نہیں جسے دنیا حضور ﷺ کی ذات سے بڑھ کر کہیں اور پا سکے۔

حضور اکرم ﷺ کی شخصیت معراج تخلیق ہے اور آپ ﷺ کی سیرت معیار زندگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ (سورۃ النساء آیت نمبر 113)

یعنی اے محبوب ﷺ! کائنات کے سارے علوم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھا دیئے۔

آشکار ہے کہ خدا نے اپنی دنیا میں شعور زندگی اور عرفان حق کا جو سب سے برتر، سب سے اجلا اور سب سے سندر روپ نکھارا ہے وہ اسکے محبوب مکرم ﷺ کی ذات اور سیرت کا جلوہ ہے۔ شعور زندگی کے دھارے انگنت ہیں دنیا میں، پر الوہی چشمہ صافی سے پھوٹا اور ازل سے تا ابد بہتا ایک ہی دھارا ہے: شعور مصطفیٰ ﷺ کا دھارا جو ربوبیت کا پرتو، حسن فطرت کا ثمر اور کونین کی سب ندرتوں کا حاصل ہے۔ ہر نبی اپنے زمانے میں علوم و معارف کا سرچشمہ تھا اور ان سب کے سردار محمد عربی ﷺ ہیں۔ کاروان نبوت کے سالار۔ نوع انسانی کیلئے ہر جادۂ زیست کے رہبر۔ وہ کہ جن کے شعور کی ہر جنبش وحی الٰہی ہے، خیال کا ہر آہنگ وحی الٰہی اور احساس کی ہر پرچھائیں وحی الٰہی۔ حضور ﷺ بولتے ہیں تو وحی۔ سوچتے ہیں تو وحی اور برتتے ہیں تو وحی۔ حضور ﷺ کے جذبے وحی الٰہی ہیں تو امنگیں وحی الٰہی۔ حضور ﷺ کی سیرت وحی الٰہی ہے تو سنت وحی الٰہی۔ غرض مصطفیٰ ﷺ کا شعور زیست خود انہی کی طرح یکتا ہے۔ الوہی تقدیس کا مظہر، ازل، ابد کے سانچوں پر حاوی۔ خلق و تقدیر و ہدایت کا حاصل۔ پھر کیوں نہ لقب ''شمس العارفین'' یعنی اہل معرفت کا آفتاب میرے حضور ﷺ کی قامت زیبا پر سجے۔

قال النبی ﷺ لو عرفتم الله حق معرفته لمشیتم
علی البحور وزالت بدعاتکم الجبال

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

”اگر تم اللہ کی معرفت و پہچان کر لیتے، جس طرح اس کا حق ہے تو تم سمندروں پر چلتے اور تمہاری دعاؤں سے پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیتے۔“

(کشف المحجوب)

صاحبِ لولاک لما کی صحبت نے کفر کو اسلام میں، جہل کو علم میں، کثافت کو لطافت میں غضب کو رحم میں، ظلم کو عدل میں، بیباکی کو ادب میں، غلامی کو آزادی میں، گمنامی کو شہرت میں، مایوسی کو حوصلے میں، بے یقینی کو یقین میں، بزدلی کو بہادری میں اور پستی کو بلندی میں بدل دیا۔ علم کو علم معرفت بخشا کہ صیدِ زبوں کی پست ہمتی یقین کامل کا اوجِ عرش بن گئی۔ محبوب رب کریم ﷺ کی صحبت، تربیت، رفاقت اور محبت کے طفیل پستی سے اس طرح نکلے کہ عرش کی حقیقت کے آشنا ہو گئے۔

عرش کی حقیقت کیا ہے؟ اگر صاحبِ عرش کی نشست ہو تو مومن کا دل عرش سے افضل ہے خود ہی فرماتا ہے:

انی فی قلب عبدی المومن التقی و النقی

”میں پاک اور پرہیزگار مومنوں کے دل میں ہوں“

یہ معرفت کا وہ مقام ہے کہ اس تک پہنچنے والے ”کُن“ کے تحت جو چیزیں وجود میں آئی ہیں ان کو ذرا بھی نہیں دیکھتے، یہ دوزخ اور بہشت کو اپنی بارگاہ کا غلام بنانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ سیدِ عالم ﷺ کی اطاعت اور محبت کے طفیل یہ مسِ خام کندنِ معرفت کا لمس پا کر عارف کے زمرے میں آئے جب ان کی جھولیوں میں خدا رسی اور خدا شناسی کے موتی ڈالے گئے، جب ان کے بوسیدہ جسم کو شناسائی حق تعالیٰ کی خلعت پہنائی گئی تو وہی نتیجہ ہوا جس کے لئے سب کچھ کیا گیا تھا تو اپنے سے خودی کو دور کر دیا گیا صبر کا لباس بوسیدہ ہو گیا۔ دونوں

جہان کی پونجی کو حُبِّ الٰہی کے عوض دے دیا۔

مخلوقات کے کسی گروہ میں نہ تو پیغمبر علیہ السلام آئے نہ ہی آسمانی کتابیں، سوائے اولادِ آدم کے، روزِ ازل میں روح سوائے انسان کے کسی کو نہیں دی گئی۔ جب ان عارفوں کو محبت کا زور ہوا، ہمت کی بلندی عطا ہوئی تو خدا نے دنیا میں ان کے لئے ان کے دل سے حجاب اٹھا دیا اور عقبیٰ میں بھی ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا۔ انہوں نے بھی دنیا میں پھر کسی کو نہ چاہا سوائے ربّ کے اور آخرت میں بھی کسی پر آنکھ نہ ڈالی۔ یہ وہ نکتہ عروج تھا جو مکتبِ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ (نہ آنکھیں جھپکیں نہ بہکیں) میں سیکھا تھا۔ جس نے یہ سبق پڑھایا، جب وہ چلا اس طرف جہاں محبوب اور محب کا اتصال آتا ہے، مسجدِ اقصیٰ سے سدرہ تک، سدرہ سے قاب قوسین تک ہر انوکھی اور حسین شے سے نظر ہٹا کر مطلوب ہی کو مقصود رکھا۔ اس ایک سفر نے کس کس کی تربیت کی۔ اس مکتب میں جو آیا اس نے ذات رب کے سوا ہر شے کی چاہت ترک کر دی، دامن میں دنیا کا جو کچھ بھی حصہ تھا جھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ اس سبق کو جس جس نے یاد کیا وہ صدیق ہوا۔ فاروق ہوا، عثمان ہوا، علی ہوا، بلال وصہیب ہوا، طلحہ و زبیر ہوا، سلمان وابوذر (رضی اللہ عنہم) ہوا۔ انہیں سب کچھ چھوڑنے کا سبق محبوب خدا ﷺ نے دیا اور واقعہ یہ ہے کہ اس سب کچھ چھوڑنے میں سب کچھ پانا تھا۔ یاد رکھو: ادھر اُدھر مرادوں سے دل کو خالی رکھنے والے حقیقی معرفت کو پا لیتے ہیں۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے لئے سب عارفین کو بس ایک ہی دہلیز اقدس پر جھکنا ہوتا ہے دہلیز در سید کونین ﷺ کے جہاں سے ہو کر ہی ہر راستہ سوئے عرش بریں جاتا ہے۔ عبادت کرتے ہوئے دیکھا اور بارگاہ رب العزت میں پیکر عجز بن کر دعا مانگتے بھی دیکھا اور سیکھا۔ سیکھا اور عمل کیا، جب اس مقام تک پہنچے اس وقت دو رکعت نماز ہم ادا کرتے ہیں۔ ؎

میری رسائی ترے سنگ آشنائی تک ہے
یہاں سے راہ پر ہر ذات لا مکاں تک ہے

عارف کا مقام یقیناً بہت بلند ہے اور بلندی اسے بارگہ الٰہی سے نصیب ہوئی ۔ صاحبِ درود تاج نے حضور سید کونین ﷺ کے لئے شمس العارفین کا لقب استعمال کر کے یہ بتایا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کا یہ خاص کرم ہے، خاص عنایت ہے ان لوگوں پر جو اس منزل سے بسلامت گزر گئے ورنہ اس راہ معرفت میں بھٹک جانے والے بھی ہیں کہ باوجود زہد وتقویٰ اور ریاضت ومشقت کے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ وہ خوش نصیب تھے جنہیں راہنمائی نصیب ہوئی اور منزل پا گئے۔ لہٰذا اس مقام تک پہنچنے میں سرکار مدینہ ﷺ کی رہبری ہی کارفرما ہے اور اسی لئے آپ ﷺ عارفین کے آفتاب ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ باوجود زہد وتقویٰ اور ریاضت ومشقت کے معرفت کا مقام کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مقام کسب سے نہیں کرم سے ملتا ہے اور کرم خدا کا صرف انہی لوگوں کے حصے میں آتا ہے جو بارگہ محبوب ﷺ میں سرخرو ہو چکے ہیں حضور ﷺ کے فیضان لطف وکرم کے بغیر کسی کو معرفت الٰہی بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ یہ مضمون بڑی وضاحت چاہتا ہے جس کا حاصل یہی ہے کہ یہ مقام کسب سے نہیں خدا کے کرم سے ملتا ہے اور اس کا کرم تو صرف اس محبوب ﷺ کی نظر کرم سے ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی رہبری میں یہ شرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میسر آیا اسی لئے آپ ﷺ کا شمس العارفین لقب تھا جسے مصنف درود تاج نے شامل ورد کیا۔

یہ تمام منزلیں اور یہ تمام مرحلے جو دشوار ہی نہیں دشوار ترین ہیں رہنمائی کے طلب گار ہیں اور جن خوش نصیبوں نے یہ مرحلے طے کیے ان پر حضور رحمت للعالمین ﷺ کا کرم ہے کہ آپ ﷺ کی نسبت ہی کام آتی ہے۔

سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ

اَلصَّلَوٰاتُ الزَّاھِرَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعَاطِرَاتُ عَلَیْكَ یَا سَیِّدِیْ سِرَاجَ السَّالِکِیْنَ ط

چمکتے ہوئے درود پاک اور معطر سلام ہوں آپ ﷺ پر اے میرے آقا و مولا، جو کہ تمام سالکین کے لئے رہنمائی کا چراغ ہیں۔

دین کی اصل غایت تزکیۂ روح یعنی راہ حق میں سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ روح انسانی جو ہر وجود ہے اور اس کی نشو و نما بقائے ذات روحانیت سرچشمۂ حیات ہے اور اسی میں فروغ دین کا راز پنہاں ہے۔ اسی سے ذہنوں کو جلا ملتی ہے اور سینے کشادگی پاتے ہیں۔ اسی سے باطن میں اسرار پھوٹتے اور قلب پہ انوار برستے ہیں۔ اس سے علم و فکر، جذبہ و احساس اور عمل و کردار کی توفیق پروان چڑھتی ہے۔ الغرض کائنات ہستی کے سب نغمے روحانیت کے ساز سے پھوٹتے ہیں اور حیات انسانی کے تمام دھارے اسی رخ بہتے ہیں۔ یہی سلوک کی منشا ہے اور یہی اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کی تابانیوں کا حاصل۔

سلوک درحقیقت نبی اکرم ﷺ کی نسبت غلامی کے استحکام سے تعبیر ہے۔ راہ حق کی پہچان ہی نسبت مصطفیٰ ﷺ سے ہوتی ہے۔ ان کے اعمال و احوال اسوۂ رسول ﷺ کا آئینہ ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی سیرت مطہرہ تربیت و رہنمائی کا سب سے طاقتور عامل اور انسانی قلب و دماغ کیلئے قرآن حکیم کے بعد سب سے زیادہ اثر انگیز اور حیات آفریں

سرچشمہ ہے۔ اس سے انسان کا دل ایمان و یقین کی حلاوت سے آشنا ہوتا اور اسکے جذبہ شوق کی آبیاری ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے اس زمین پر روحانیت کا جتنا خزانہ اترا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کریم ﷺ کو بخشا ہے اور اب ساری دنیا کو یہ خزانہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے مل رہا ہے۔

دیکھئے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ، خشیت، زہد، ورع، اخبات، انابت ہر چیز ہمارے وجود میں اپنا اثر تب انڈیلتی ہے جب یہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی ذات اقدس سے نمو پارہی ہو۔ جس طرح پیکر رسول ﷺ کی برکتیں کائنات میں پھیل رہی ہیں اسی طرح نسبت رسول ﷺ کے روحانی خزانے ہرسو بٹ رہے ہیں۔ اوران خزانوں کی تقسیم جس چینل سے دنیا بھر میں ہورہی ہے وہ اولیاء کرام اور سالکین راہ حق کا چینل ہے۔ یہ سارے لوگ دراصل میڈیم ہیں۔ ذرائع اور وسائل ہیں جنکے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ ہر عصر وعہد میں کائنات کے اندر اپنا نفوذ وتصرف جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ سب نفوس قدسیہ منشور(Prism) کی مانند ہیں جس میں سے نور مصطفیٰ ﷺ کی مختلف شعاعیں گزر کر ہر چیز، ہر شخص کے وجود میں جذب ہورہی ہیں۔ جس فرد کا رشتہ نور مصطفیٰ ﷺ کی جس کرن سے جڑ جاتا ہے وہ اسی کا مظہر بن جاتا ہے۔ اولیاء کا جمال سب کا سب شان مصطفیٰ ﷺ کے جلووں کی تابانی ہے۔ شوکت سنجر وسلیم اور فقر جنید و بایزید سب حضور اقدس ﷺ کی سیرت اطہر کی پرچھائیاں ہیں جو کائنات میں ہرسو پھیل رہی ہیں اور قیامت تک آفاق کے گوشے گوشے کو اجالتی رہیں گی۔ ؎

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مِصبَاحُ الْمُقَرَّبِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ مِصبَاحُ الْمُقَرَّبِیْنَ

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو کہ مقربین کے لئے روشنی کی قندیل ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے جن افراد انسانی کی تربیت کی اور جو مثالی معاشرہ دنیا میں قائم فرمایا ہر لحاظ سے دنیا کے سب سے منفرد، کامل اور اعلیٰ ترین افراد پر مشتمل تھا۔ اس دھرتی کے سینے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کسی گروہ کو جس بہترین حالت میں دیکھنا چاہتا ہے وہ مقربین کا معیار ہے اور بلاشبہ یہ معیار نبی اکرم، سید کونین، رحمت عالم ﷺ نے اپنے تربیت یافتہ انسانوں میں قائم فرمایا۔ چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی ایسا معاشرہ زمین پر دیکھا نہ ایسے لوگ بلند کردار افراد، دھرتی ان مقدس ہستیوں کے وجود سے مسلسل تئیس برس تک جذب ہوتی رہی۔ یہ چراغ نور ربِّ کبریا، یہ آفتاب رسالت، یہ تجلیٔ ذات ﷺ اپنے لازوال انوار کی کرنیں ہر سو بانٹتے رہے اور اپنے پرائے ہر ایک کو ضیائے حق سے سیراب کرتے رہے۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت اخلاق الٰہی کا پرتو ہے اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار کا نقش ثانی وہ پاکیزہ معاشرہ ہے جو آپ ﷺ نے قائم فرمایا۔ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے کہا، کیا اور چاہا وہ سب کا سب آپ ﷺ کے غلاموں نے اپنے اندر سمو لیا اور یوں وہ سارے نفوس قدسیہ مقربین حق کے بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ اس نبوی معاشرے کا ہر فرد حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور براہِ راست اسی چراغ نور ربِّ کبریا ﷺ کی کرنوں سے فیض لے رہا تھا۔ یہ لوگ اپنی زندگی

خود نہیں گزارتے تھے، حضور اکرم ﷺ کی اداؤں کے مطابق جیتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو رسول خدا ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ جو کچھ رسول اللہ ﷺ پسند کرتے وہ اسے اپنا لیتے اور جسے حضور اکرم ﷺ ناپسند کرتے وہ اسے چھوڑ دیتے تھے۔ یہی ان کی زندگی تھی اور اسی کو حق نے مقربین کی شان میں بتایا ہے۔ ان لوگوں کا ایمان خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے عبارت تھا اور یہی محبت ان کیلئے دنیا کی ہر چیز کا بدل بن گئی تھی۔ سلام ہو ان مقربین حق پر جو مصطفیٰ کریم ﷺ کے چراغ نور ہدایت کی کرنوں کا عکس بن کر دنیا میں پھیل گئے اور ہمیشہ کیلئے معیار حق بن گئے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قرب الٰہی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قرب جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرے ذرے کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ اس کی مثال دیکھئے۔ آیت کریمہ: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (یعنی ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) دوسرا قرب وہ ہے جو خاص بندوں کو میسر ہے۔ یہ قرب خاص بارگاہ الٰہی میں انہی بندوں کو ملتا ہے جو قرب رسول ﷺ سے بہرہ ور ہوں۔ جس کو رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل ہو گیا اسے اللہ کا قرب بھی میسر آ جائے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک صاحبِ ایمان کو اللہ کے محبوب ﷺ کا قرب تو حاصل ہو جائے لیکن وہ قرب الٰہی سے محروم رہے۔

صرف اتنی سی بات، کہ تم میرے پیارے حبیب ﷺ کی اتباع کرو، اس اتباع کے عوض کتنا بڑا وعدہ فرما رہا ہے کہ میں تمہیں اپنا محبوب بنا لوں گا۔ تمام اولیاء اللہ جب تک حضور سید الکونین والثقلین ﷺ کی محبت اور قرب کی سند حاصل نہیں کرتے مقام ولایت سے بہرہ ور نہیں ہو پاتے۔

درود تاج میں "مصباح المقربین" کا لقب حضور اقدس ﷺ کے لئے برتا گیا ہے مصباح بمعنی چراغ جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دے۔ یہ لقب

حضور سرور کونین ﷺ کے لئے اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے پوشیدہ حقیقت کو ظاہر کردیا۔جہل کی تاریکی آپ ﷺ کی بعثت اقدس سے چھٹ گئی۔ انسانیت کا چہرہ ،جو ظلم و بربریت کے حجاب میں تھا اسے پاکیزگی بخشی۔ خدا سے برگشتہ لوگوں کو اس طرح خدا پرست بنادیا کہ خود رب دوعالم نے انہیں ''مقربون'' کے لقب سے یاد فرمایا۔

سورۃ واقعہ میں ان بندوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تین گروہوں میں بانٹ دیئے جائیں گے۔

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ وَاَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ؕ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۚۙ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (سورۃ واقعہ آیت نمبر 8 تا 12)

''پس ایک گروہ دائیں ہاتھ والوں کا ہوگا کیا شان ہوگی دائیں ہاتھ والوں کی اور (دوسرا گروہ) بائیں ہاتھ والوں کا ہوگا کیا (خستہ) حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا اور (تیسرا گروہ) آگے رہنے والوں کا۔(اس روز بھی) آگے آگے ہوں گے وہی جو مقرب بارگاہ ہیں عیش وسرور کے باغوں میں۔''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقربین کا مقام حاصل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو پہلے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی بارگاہ سے مقربین کی سند حاصل کر چکے ہوں کیونکہ قرب الٰہی کا شوق بھی اس بارگاہ کرم سے ملتا ہے اور اس مقام خاص تک رسائی کا اعزاز بھی اسی دَر کا فیضان ہے۔غالب نے کہا: ؎

تیرِ قضا ہر آئینہ از ترکش حق است
امّا کشادِ آں ز کمانِ محمد ﷺ است

بارگاہ خداوندی کا مقرب بننے کے لئے آج بھی وہی طریقہ ہے جو عہد رسالت میں تھا۔ دیکھئے قرآن پاک نہیں بدلا،شریعتِ محمدی ﷺ نہیں بدلی،عشق ومحبت کا فلسفہ تبدیل نہیں ہوا

تو قرب الٰہی پانے کا جو دستور عہد مصطفیٰ ﷺ میں تھا وہ اب کیسے بدل سکتا ہے؟ پس آج بھی جن کو قرب الٰہی چاہیے وہ دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے ہٹ کر کسی اور طریقے سے ہرگز خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفرّ مقرّ
جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور علامہ اقبال نے تو یہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی۔

بہ مصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

حدیث مبارک

فرمایا رحمتِ دو عالم نورِ مجسم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو کہ ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پس جب کہ کسی حلقہ ذکر پر آتے ہیں تو ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں۔ پھر اپنے میں سے ایک گروہ فرشتوں کو قاصد بنا کر آسمان کی طرف رب العزۃ جل شانہ کے دربار بھیجتے ہیں وہ فرشتے جا کر عرض کرتے ہیں یا اللہ! ہم تیرے بندوں میں سے کچھ ایسے بندوں کے پاس گئے تھے جو تیرے انعامات کی تعظیم کرتے ہیں، تیری کتاب پڑھتے ہیں اور تیرے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پاک بھیجتے ہیں اور تجھ سے اپنی آخرت اور دنیا کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو، فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب کریم ان میں فلاں شخص بڑا مجرم اور گناہگار ہے وہ کسی کام کے لئے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو میری رحمت سے ڈھانپ دو کہ یہ آپس میں مل بیٹھنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کوئی بھی بدنصیب نہیں رہتا۔

مُحِبُّ الْفُقَرَآءِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ مَصْدَرِ الْخَیْرَاتِ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا ومولا حضرت محمد ﷺ پر جو کہ فقراء اور یتیموں کے لئے ساری بھلائیوں کا سرچشمہ ہیں۔

فقر مقام نظر، علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

غربت وافلاس دنیا کا سب سے بڑا آزار ہے۔ زندگی کا ہر بحران اسی کی کوکھ سے جنم لیتا ہے۔ انسان کا ہر دکھ افلاس سے پھوٹتا ہے اور سب تکلیفیں بالآخر اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔ معاشی بدحالی انسان کی پوری زندگی کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ غربت کا عفریت انسان کی تمام خوشیوں، راحتوں اور کامیابیوں کو ایک ایک کر کے نگل جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کو حل کئے بغیر دنیا کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا اور یہ حل ہوجائے تو اکثر مسائل کے حل کی راہ نکل آتی ہے۔ حضور سید کونین رحمۃ للعالمین ﷺ نے غربت وافلاس کا عالمگیر معاشی حل دنیا کو عملاً عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے مدنی سماج کی بنیاد آفاقی رشتۂ مواخات پر استوار کی۔ مخلوق خدا کی بھلائی کے ساتھ انفاق کا شرعی و قانونی نظام استوار فرمایا۔ غریب وپسماندہ لوگوں کی مدد اور بحالی کیلئے مستقل تدابیر بروئے کار لائیں۔

(اپنا رزق بڑھائیے: صفحہ نمبر 241)

خون کے رشتے تو پہلے ہی دنیا میں موجود تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے ایک نیا رشتہ، نیا بندھن، دنیا کو عطا فرمایا: ''عالمگیر اخوت کا اسلامی رشتہ''۔ مواخات کے اس

نبوی انتظام نے مدینہ منورہ کے پورے سماج کی فضا ہی بدل دی۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد کا حصہ بن کر جینے لگے۔ کسی گھرانے کا غم ایک آنگن تک محدود نہیں رہا، پورے سماج میں بٹ کر آپس کی محبت اور غمگساری کے سمندر میں تحلیل ہوگیا۔ ہر گھر کا دروازہ مسافروں کے لئے کھل گیا۔ ہر آنگن میں مہمان نوازی کا سائباں تن گیا۔ ہر کمانے والا ہاتھ کئی بے روزگار گھرانوں کا سہارا بن گیا اور اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے غربت کے گھنے بادل مدینہ منورہ کے افق سے چھٹ گئے۔

حضور اکرم ﷺ کا دل غریبوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو یہی شعور دیا کہ ہر شخص ایک خاص معاشی سطح پر رہتے ہوئے فقرِ غیور کی خوشبو اپنے من میں سمو لے۔ دولت امیروں کے ہاتھ تک محدود رہے، دل میں نہ اترنے پائے۔ دل کا آنگن تو بس فقرِ غیور سے مہکتا رہے۔ جذبوں اور شعور کی دنیا میں یہی فقرِ غیور کا ڈیرہ ہو۔ معاشی سطح کسی کی خواہ کتنی ہی بلند ہو، شعور کی دنیا میں وہ غریبوں کے ساتھ جی رہا ہو۔ ان کے دکھ درد میں شریک، ان کے غموں کا مداوا ڈھونڈتے ہوئے، انہیں اپنے جیسا خدا کا بندہ سمجھتے ہوئے، ان کی سطح پر اتر کر سانس لیتے ہوئے۔ ظاہر میں خوشحالی جتنی بھی ہو، باطن غریبوں کی کٹیا میں مکیں رہے۔ اور محبوب ﷺ کے جذبہ رحمۃ للعلمینی کا پرتو دل کی ہر دھڑکن میں بسا ہو۔ یہ ہے وہ اسوۂ مصطفیٰ ﷺ اور وہ تعلیم و تربیت جس کا مظہر ہے یہ لقب جو دُرودِ تاج میں برتا گیا ہے۔

مصنف درود تاج کی ندرت خیال دیکھئے: انہوں نے فقراء، غرباء اور مساکین کے لئے حضور رحمت عالم ﷺ کی لازوال محبتوں، عنایتوں اور نوازشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کا لقب ''محب الفقراء'' بیان کیا۔ ان کی نگاہ میں آپ ﷺ کے مزاجِ اقدس کی یہ رعنائی جگمگا رہی تھی کہ آپ ﷺ کس درجہ فقراء سے محبت فرماتے ہیں۔

ایک روایت صوفیاء کرام کے ہاں بیان کی جاتی ہے:

الفقر فخری — فقر میرا فخر ہے

فقر غیور کو اس لئے علامہ اقبال نے دین اسلام کا دوسرا نام اور سرعنوان ٹھہرایا ہے۔

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور

حضور غوث الوریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول مروی ہے:

الفقر شین عند الناس وخزینۃ عند اللہ

"فقر عوام الناس کے نزدیک ملامت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک خزانہ ہے۔" (عین الفقر سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

اور یہ ارشاد بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ہے:

الفقر بیاض الوجہ فی الدارین

(فقر دونوں جہانوں میں سرخروئی ہے۔)

لیجئے علامہ اقبال سے سنئے فقر غیور کی شان کیا ہے؟

فقر کے ہیں معجزات، تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا فقیری کیا ہے؟ تو فرمایا: فقیری یہ ہے کہ اگر سارے جہان کا سونا اور مال و منال فقیر کے ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو ایک درہم بھی وہ اپنے پاس نہ رکھے، سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دے۔" (عین الفقر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب حضور اکرم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے سوال کیا: اے محمد ﷺ تمام موجودات کو ہم نے تمہارے سپرد کر دیا، تمہیں کس چیز کی تمنا ہے؟ محبوب مکرم ﷺ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے تو صرف تیرے نام سے اور تجھ سے محبت ہے اور میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں''۔

چنانچہ حضور سید الفقراء ﷺ یوں دعا مانگا کرتے تھے:

اللھم احینی مسکیناً وامتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ الْمَسٰکِیْنِ

''اے اللہ مجھے مساکین میں زندہ رکھ اور مساکین میں مجھے موت دے۔ اے اللہ قیامت کے دن مجھے مساکین میں اٹھا''

فقرِ عریاں گرمی بدر و حنین
فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حسین علیہ السلام

مختلف احادیث طیبہ سے آشکار ہے کہ اہل فقر اسلام میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: روز محشر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

ادنوا منی احبائی فیقول الملٰٓئِکۃ من احبائك فیقول اللہ الفقراء والْمَسٰکِیْنُ

''میرے دوستوں کو میرے قریب کرو۔ پس فرشتے کہیں گے تیرے دوست کون لوگ ہیں؟ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا فقراء و مساکین''۔

اصحاب صفہ کون تھے: یہی فقراء اسلام جنہوں نے کسب معاش اور دیگر تمام مصروفیات ترک کر کے مسجد میں قیام کیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنی صحبت و معیت اور قرب خاص سے فیض یاب ہونے کا موقع عطا فرمایئے۔

قرآن حکیم میں ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ (سورۃ الانعام آیت 52)

''انہیں ایک طرف نہ کریں جو اپنے رب کو صبح و شام اس کی خوشنودی کے لئے پکارتے ہیں۔''

اصحاب صفہ کی عظمتوں سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ عظیم المرتبت لوگ رسول اللہ ﷺ کے مہمان تھے۔ دنیا و مافیہا سے بے پرواہ ریاضت، عبادت اور مجاہدہ نفس کے ساتھ ساری توجہ دین کی طرف تھی۔ حضور اکرم ﷺ ان سے بے حد محبت فرماتے۔

اصحاب صفہ نبی اکرم ﷺ کی شان فقر کے وارث ہیں اور یہی میراث ہے جو ہر دور میں اسلام کی عظمتوں کا نکھار اجالے گی۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں:

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امین ایم، ایں متاعِ مصطفیٰ ﷺ است

فقر کیا ہے؟ ذوق وشوق اور تسلیم و رضا۔ یہ وہ متاع بے بہا ہے جو حضور سید کونین ﷺ کی امانت ہے اور ہم اس کے امین ہیں۔

وَالْغُرَبَآءِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَامَنْ کُنْتَ لِلْغُرَبَآءِ حِرْزًا فِی الدَّارَیْنِ ؕ

درود وسلام ہو آپ ﷺ پر اے وہ ذات گرامی جو پردیسیوں کے لئے دونوں جہاں میں امان ہیں۔

لغت عرب میں یہ بات ثابت ہے کہ غرباء کے معنی وطن سے دور ہونا ہے۔الغریب: وطن سے دور پردیس میں رہنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں تاہم دین سے محبت، ایمان کی حفاظت اور اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت میں آباد گھروں اور بستیوں کے خوشگوار ماحول سے نکل کر، حکم الٰہی اور فرمان رسول ﷺ کو بجالاتے ہوئے مہاجر اور غریب الوطن ہوجانے والوں کا مقام جدا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے تو باقی سب مسلمان بھی اپنا تمام اثاثہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آپہنچے۔

مکہ کے بڑے بڑے خاندانوں کے افراد جن کے عظیم الشان حویلی نما مکان تھے اپنا سب کچھ قربان کرکے مدینہ منورہ آگئے اور کفار نے ان کے تمام اثاثوں پر قبضہ کرلیا۔ بنوجحش بن راب کے محل نما مکان کو ابوسفیان نے اپنے قبضے میں لے لیا۔حضرت عبداللہ بن جحش کو خبر ہوئی تو انہیں صدمہ پہنچا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا:

الا ترضی یا عبد اللہ یعطیك اللہ بھا دارا خیرا منھا فی الجنة قال بلی۔ قال فذلك لك

''اے عبداللہ! کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس مکان کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں اس سے بہتر مکان عطا فرمائے ،عرض کی: بے شک حضور ﷺ نے فرمایا تو وہ مکان جنت میں تجھے دے دیا گیا۔''

حضور سید عالم ﷺ جس طرح فقراء سے محبت فرماتے ہیں اسی طرح غرباء یعنی خدا کی راہ میں ہجرت کر کے بے وطن ہونے والے پردیسیوں سے بھی آپ ﷺ کو غیر معمولی محبت، عنایت اور نوازش کا برتاؤ فرماتے ہیں۔ غرباء بھی آپ ﷺ کے محبوب ہیں۔

حضرت ضمرہ بن عیص رضی اللہ عنہ جو قبیلہ بنو خزاعہ سے تھے۔ جب انہیں ہجرت کا حکم ہوا تو یہ بیمار تھے اور حالت یہ تھی کہ انہیں چارپائی پر لے جانے کا اہتمام کرنا پڑا۔ گھر والے اس عاشقِ رسول ﷺ کو مدینہ منورہ کی جانب لے کر چلے۔ ابھی تنعیم کے مقام پر تھے جو مکہ مکرمہ سے صرف تین یا چار میل پر واقع ہے کہ فرشتہ اجل نے روح قبض کر لی۔

(الانساب الاشراف جلد اول صفحہ 265)

بعثت نبوی ﷺ کے پانچویں سال حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والوں میں بارہ مرد اور چار خواتین تھیں جن کے قافلہ سالار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ہمراہ حضور اقدس ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس گھرانے کے بارے میں فرمایا:

انهما اول بيت هاجر في سبيل الله بَعْدَ ابراهيم و لوط عليهما السلام (حدیث)

''ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا گھرانا ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔''

حضرت عثمان بن عفان کے قافلے میں، حضرت ام ایمن، حضرت ابو سلمہ مع زوجہ محترمہ، حضرت ابو حذیفہ مع اپنی زوجہ محترمہ، سہلہ بنت سہیل، حضرت عامر بن ابی ربیعہ مع زوجہ لیلیٰ عدویہ۔ ان کے علاوہ حضرت عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عثمان بن مظعون، سہیل بن بیضا، ابو سبرہ بن ابی رہم، حاطب بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ (السیرۃ النبویہ زینی، دحلان جلد اول صفحہ 245)

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس مہاجرین کا ایک قافلہ حبشہ پہنچا ایسی ہی صورت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ترک وطن کرنے والوں کی رہی۔ ہم جانتے ہیں مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے ان صحابہ پر ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ حضور اکرم ﷺ کو ان جاں نثاروں سے بے پناہ محبت تھی آپ ﷺ نے ان غریب الوطن مہاجرین کا مرتبہ بہت بلند فرمایا۔

وَالْمَسٰکِیْنِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی مَنْ مَاْوٰی لِلْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ ط

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اس ذات گرامی پر جسے تو نے دنیا بھر کے یتیموں اور مسکینوں کے لئے پناگاہ ٹھہرایا ہے۔

مسکینوں سے محبت ہو نہیں سکتی جب تک انسان خود اپنے وجود اور زندگی میں احساس مسکنت نہ سمو لے۔ آج دنیا میں پورے سات ارب انسان سانس لے رہے ہیں۔ دعویٰ کی حد تک شاید بہت سے ایسے ہونگے جو خود کو سادگی، قناعت اور فقر غیور کے پیکر کہیں۔ لیکن ذرا ٹھہرو! کیا سچ مچ انسانی دنیا میں ایک اور صرف ایک انسان کے علاوہ کوئی اور بھی ایسا گزرا ہے جس نے اپنے دل کی اتھاہ گہرائی سے تڑپ کر اپنے رب کے حضور یہ التجا کی ہو کہ:

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا
واحشرنی فی زمرۃ الْمَسٰکِیْنِ

"اے اللہ مجھے ساری زندگی مسکین ہی رکھنا اسی حالت میں موت دینا اور حشر میں مسکینوں کے ساتھ اٹھانا۔"

آج دنیا کے سات ارب انسانوں میں کوئی ہے جو یہ اختیاری فقر کا رنگ اپنے جیون میں بھر سکے۔ نہیں، بالکل نہیں۔ یہ شان صرف ایک ہی ہستی کی ہے: محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی دیکھئے! جتنا سندر، جتنا نادر یہ احساس ہے کہ "اے اللہ! میرا جینا، میرا مرنا اور محشر میں میرا اٹھنا سب ایک شان مسکینی لئے ہو" اتنی ہی البیلی ذات ہے

محبوب خدا ﷺ کی جس کے وجود میں یہ احساس بھرا ہے۔ وہ تنہا ایک ہی ہستی ہے کونین میں جس کے دل سے یہ بے ساختہ دعا نکلی۔ اور یہی دعا تو سب سے بڑا ثبوت ہے مسکینوں سے محبت کا۔ بلاشبہ حضور اقدس ﷺ یکتا ہیں اس کائنات میں۔ خدا کی ساری دنیا میں آپ ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جس نے یتیموں، مسکینوں اور کمزور لوگوں کو اپنے سایۂ عاطفت میں اس طرح سے لیا ہو۔ بے شک حضور اقدس ﷺ رحمت ہیں دو جہاں کیلئے۔

حدیث مبارک

رسولِ اکرم شفیع معظم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ مسجدوں کے اوتاد ہوتے ہیں، ان کے ہمنشیں فرشتے ہیں کہ اگر وہ کہیں چلے جائیں تو فرشتے ان کو تلاش کرتے ہیں اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور جب فرشتے ان کو دیکھتے ہیں تو ان کو مرحبا کہتے ہیں اور اگر وہ کوئی حاجت طلب کریں تو فرشتے ان کی امداد و اعانت کرتے ہیں اور فرشتوں کے ہاتھوں میں چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم ہوتے ہیں جن سے وہ رسول اکرم روح دو عالم ﷺ پر درود پاک پڑھنے والوں کا درود پاک لکھتے ہیں اور وہ فرشتے کہتے ہیں تم ذکر کرو، درود پاک زیادہ کرو، تم پر اللہ تعالیٰ زیادہ رحم کرے۔ تم زیادہ پڑھو تمہیں اللہ تعالیٰ زیادہ انعام و اکرام سے نوازے اور جب وہ ذکر کرتے ہیں تو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان کی دعا قبول کی جاتی ہے اور ان پر خوبصورت آنکھوں والی حوریں جھانکتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت خاصہ ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے جب تک کہ وہ دنیا کی باتوں میں نہ مشغول ہو جائیں یا اٹھ کر نہ چلے جائیں اور جب وہ چلے جاتے ہیں تو ان کی زیارت کرنے والے وہ فرشتے بھی اٹھ جاتے ہیں اور وہ ذکر کے حلقے تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔

سَیِّدِ الثَّقَلَین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی حَبِیْبِكَ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ ﷺ

اے اللہ درود و سلام اور برکتیں نازل فرما اپنے محبوب مکرم ﷺ پر جو دو جہاں کے سردار ہیں۔

سیدالثقلین سے مراد ہے جنات اور انسان دونوں گروہوں کے سردار۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو انبیاء و مرسلین علیہم السلام، اولیاء و عارفین، شہداء و صدیقین اور متقین و کاملین تمام مخلوق کی سرداری عطا فرمائی۔ انسانوں کے علاوہ آپ ﷺ جنات کے بھی سردار اور آقا ہیں۔ جنات ناری مخلوق ہے جو ہماری نظروں سے مخفی اور مختلف صورتوں کے بدلنے اور عجائبات کے ظاہر کرنے پر قادر ہے۔

انسان خاک سے پیدا ہوئے اور جنات آگ سے بنائے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے کہ جنات کی تخلیق انسانوں سے قبل ہوئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ (سورۃ الحجر آیت 27-26)

"اور ہم نے پیدا کیا انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے اور جنّوں کو اس سے پہلے بے دھوئیں کی آگ سے۔"

جنات کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے کہیں زیادہ طاقت عطا کی۔ ایسی طاقت انسان میں نہیں، ہاں جسے وہ چاہے ان پر بھاری کر دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ اس کی مثال ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ

وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○ (سورۃ النمل آیت 39)

"جنّات میں سے ایک قوی ہیکل جنّ نے کہا: قبل اس کے آپ (سلیمان علیہ السلام) اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس تخت کو آپ کے پاس لا کر حاضر کرتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت (بھی) حاصل ہے (اور) امانت دار (بھی) ہوں۔"

جنّ اگرچہ سرکش تھے، نافرمانی ان کا مزاج تھا لیکن ان میں سے بہت سے جنات داخل اسلام ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہیں اس لئے آپ کے دامان کرم کے سائے سے جنات کس طرح محروم رہتے۔ جو جنات مشرف بہ اسلام ہوئے وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اشعار بھی کہتے تھے۔ مسلمان جنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات کی تعریف اس طرح بیان فرمائی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ رحمٰن کی تلاوت فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت ادب سے اسے سن رہے تھے۔ دوران تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے صحابہ! میں اس جیسا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا کہ جنات اس آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ کو سنتے ہوئے دیا کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب میں اس آیت کو سناتا تو وہ جواب میں کہتے:

لا بشئی من نعمة ربنا نکذب

"ہم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔"

سورہ رحمٰن میں جنات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○ (سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 33)

"اے گروہ جنّ وانس! اگر تم نکل سکتے ہو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل جاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر اللہ کی بارگہ سے ملنے والی طاقت کے ساتھ۔"

نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانَبِیَّ الْحَرَمَیْنِ سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ اِلٰی نِہَایَۃِ الْکَوْنَیْنِ ؕ

درود وسلام ہوں آپ ﷺ پراے وہ ذات گرامی جو حرمین شریفین کے پیغمبر ﷺ اور انتہائے عالم تک کل اولاد آدم کے سردار ہیں۔

حرم سے مراد وہ مقام ہے جس کی حرمت کی پاسداری کرنا لازم ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر فرمایا، اس کی حرمت قائم کی اور اسے حرم قرار دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا اور اس کی حرمت قائم کی۔ اسی طرح بیت المقدس کی بھی تاریخ ہے جو بنی اسرائیل کے انبیا علیہم السلام کا مرکز رہا ہے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر پر قرآن حکیم کا بیان سنئے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 97)

"بے شک سب سے پہلا گھر جو مخلوق کے لئے (بغرض عبادت) تعمیر کیا گیا وہ مکے میں ہے۔ تمام جہانوں کے لئے ہدایت اور برکت کا سرچشمہ ہے اس میں روشن نشانیاں ہیں اور وہ مقام بھی ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے جو شخص بھی اس گھر میں داخل ہوجاتا ہے مامون اور محفوظ ہوجاتا ہے۔"

ایک اور مقام پر تعمیر کعبہ کے ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی ؕ وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا

بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 125)

''اور جب ہم نے اس گھر کو عبادت گاہ اور لوگوں کے لئے ضامن قرار دیا اور ہم نے یہ حکم دیا کہ مقام ابراہیم علیہ السلام میں نماز پڑھو اور ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو اس کام پر مامور کیا کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے اس گھر کو ہر طرح پاکیزہ رکھیں۔اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے: اے ربّ اس شہر کو دارالسلام بنائے رکھ اور ان میں سے لوگوں کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں پھلوں کی روزی دے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص کفر پر آمادہ ہوگا ہم اسے کم حصہ دیں گے اور آخر میں اسے عذاب جہنم میں دھکیل دیا جائے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے اور جب ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی معیت میں کعبے کی بنیادیں اٹھارہے تھے دونوں کی زبان پر یہ کلمات تھے: خداوند! ہمارا عمل قبول فرما تو سننے والا، دانا اور بینا ہے۔'' (بقرۃ:125 تا 127)

دوسرا حرم مدینہ منورہ ہے اسکی سند وہ تمام احادیث طیبہ ہیں جو صحاح ستہ کی زینت ہیں قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم کعبہ کی تعمیر کے ساتھ دعا بھی فرمائی۔اب حرم مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث پاک کے الفاظ دیکھئے:

صحیحین میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان ابراهيم حرم مكة و دعا لاهلها وانى حرمت المدينة كما حرم ابراهيم مكة وانى دعوت فى صاعها ومدها بمثل مادعا ابراهيم لاهل مكة

''بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کو حرم بنادیا اور اس کے ساکنوں کے لئے دعا فرمائی اور بے شک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کردیا جس طرح انہوں نے مکہ کو حرم کیا اور میں نے اس کے پیمانوں میں اس سے دگنی

برکت کی دعا کی جو دعا انہوں نے اہل مکہ کے لئے کی تھی۔“

اس کے علاوہ بہت سی احادیث طیبہ سے آشکار ہے کہ مدینہ شریف بھی مکہ مکرمہ کی طرح حرم ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ کے درخت کاٹنے کی آپ ﷺ نے ممانعت فرما دی البتہ جانوروں کے چارے کے لئے اجازت عطا فرمائی۔

درود تاج میں حضور اکرم ﷺ کا لقب حرمین طیبین کی سرداری اجاگر کیا گیا۔ ”نبی الحرمین“ سے مراد دونوں حرم یعنی حرم مکہ اور حرم مدینہ کے پیغمبر۔ بات صرف حرمین شریفین تک محدود نہیں بلکہ بیت المقدس کے لئے آپ ﷺ کا مقام عظمت و امامت خود قرآن مجید سے آشکار ہے۔ واقعہ معراج کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل میں موجود ہے۔ تاریخ اسلام میں کوئی نبی یا رسول اس فضیلت کے بام بلند تک نہیں پہنچا کہ بیت اللہ شریف میں، مسجد نبوی ﷺ میں اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی ہو۔ اس اعتبار سے حضور نبی کریم ﷺ کا لقب ”نبی الحرمین“ اپنے اندر ان تمام مراتب و درجات کا آئینہ بن گیا ہے۔ ہر مقام پر آپ ﷺ کی ذات اقدس امام بھی ہے، نبی بھی۔ رسول بھی ہے اور خاتم المرسلین بھی۔ ان تمام درجات کا احاطہ کسی بشر کے بس میں نہیں۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کی رفعتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

عشاق کے نزدیک کعبہ حرم ظاہر ہے اور قلبِ عاشق حرم باطن ہے۔ ان کے نزدیک ذات مصطفیٰ ﷺ نہ صرف کعبہ عشاق ہے بلکہ کعبے کا بھی کعبہ ہے۔ ؎

حاجیو! آؤ، شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

(امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

اور خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کو یوں بیان فرماتے ہیں: ؎

قبلۂ ذرّات عالم رُوئے تست
کعبۂ اولاد آدم علیہ السلام رُوئے تست

اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ

درود وسلام نازل ہو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور دونوں قبلوں کے امام ہیں۔

قبلہِ روئے صوفیاں پایگہِ صفائے اُو
سرمہِ چشم قدسیاں خاک در سرائے اُو

(فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ)

شب معراج مسجد اقصیٰ میں، تمام انبیاء علیہم السلام صف بستہ ہیں اور صاحب لولاک ﷺ امامت فرما رہے ہیں لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ کا جو عہد ارواحِ انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا اس کی تکمیل ہو رہی ہے۔ ارواحِ عالم میں یہ نظارہ کاشفِ اسرار الٰہی ہے۔ ملائکہ دیکھ رہے ہیں، امام الانبیاء ﷺ کا تاج فرق اقدس پر سجایا جا رہا ہے؛ جبریل علیہ السلام انوار ربانی کی تجلی گاہ تک لے جانے کے لئے بیقرار ہیں۔ ؎

جو طلب تھی انبیاء کی رخِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھیں
یہ نماز کا وسیلہ انہیں کام آگیا ہے

(ادیبؔ)

اب آیئے تحویل قبلہ کی جانب: خدا کی بارگاہ سے اپنے محبوب پاک ﷺ کے لئے کمال کا اہتمام دیکھئے۔ ایک ہی نماز میں دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے صحابہ کی امامت فرما رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف جو اہل کتاب کا قبلہ تھا رُخ فرما کر نماز ادا کرتے رہے۔ سولہ سترہ ماہ اسی پر عمل رہا

لیکن آپ ﷺ کی دلی آرزو تھی کہ کعبۃ اللہ امت مسلمہ کا قبلہ ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی آرزو پوری کرنے اور امام القبلتین کے شرف خاص سے نوازنے کے لئے کچھ اس طرح اہتمام فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی شان محبوبیت کی لازوال جھلملاہٹ نظر آتی ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 144)

''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ ﷺ کا منہ کرنا آسمان کی طرف۔ تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ ﷺ کو اس قبلے کی طرف جسے آپ ﷺ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔''

جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی سیّد المرسلین ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر ادا فرما رہے تھے۔ دوران نماز ہی آپ ﷺ نے بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی طرف رخ موڑ لیا۔

درود تاج میں امام القبلتین کا لقب اپنی معنوی حیثیت میں بہت سے اسرار لیے ہوئے ہے۔ اس میں شامل ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کا شرف، اور بیک آن، بیک ساعت دو قبلوں کی امامت کا خاص اعزاز اور یہ دونوں شرف اپنا اپنا جدا امتیاز رکھتے ہیں۔ اس سے نبوت محمدی کا دوام و استمرار بھی آشکار ہو رہا ہے اور امت محمدیہ کا آفاقی منصب بھی۔ اس طرح عالم کے سارے راستے نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فیضان کرم سے کھلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

امام القبلتین کا لقب اپنے دامن میں ایک پوری تاریخ لیے ہوئے ہے جو اسلام کی تہذیبی ندرتوں کا سارا منظر نامہ اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہر عہد کے قلوب و اذہان میں سید کونین نبی الحرمین رحمت دو جہاں ﷺ کی عظمتوں کے جلوے اتار رہا ہے۔

وَسِیۡلَتِنَا فِی الدَّارَیۡنِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا مَنۡ اَنۡتَ لَنَا وَسِیۡلَۃً فِی الدَّارَیۡنِ اِلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ

درود وسلام نازل ہو آپ ﷺ پر اے وہ ذات گرامی جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دو جہاں کا وسیلہ ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان وسیلۂ عظمٰی اور برزخ کبریٰ ہے۔مخلوق اس وسیلۂ عظمٰی کے بغیر خدا تک پہنچ نہیں سکتی اور نہ بارگاہ الٰہی سے کسی کو کچھ عطا ہوتا ہے۔اسی لئے ایک حدیث پاک میں فرمایا:

اللہ یعطی وانما انا قاسم

یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن اس کے
فضل وکرم سے بانٹتا میں ہوں۔

پس کھلا کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نعمتیں اور کمالات، دین اور شریعت، ایمان اور ہدایت غرض سب کچھ پانے کیلئے مصطفیٰ کریم ﷺ کے حضور آنا ہوگا۔آپ ﷺ سے دور ہٹ کر کہیں سے کچھ نہیں مل سکتا۔مصطفیٰ ﷺ کی رحمت بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عنایت تک پہنچاتی ہے۔حضور اکرم ﷺ کی شفاعت مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بخشش کا وسیلہ بنتی ہے۔بارگاہ رسول ﷺ کی حاضری اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے۔سو نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وہ ربط، وہ رشتہ اور وہ واسطہ ہے جس کے بغیر نہ تو افراد معاشرہ آپس میں جڑ کر ایک سماج میں ڈھل سکتے ہیں اور نہ ہی رب ذوالجلال کی بارگاہ تک رسائی پا سکتے ہیں۔اور سچ تو یہ ہے کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے بغیر اپنے آپ، اپنی

فطرت، اپنی ذات سے بھی نہیں جڑ سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 6)

یعنی نبی کریم ﷺ تمام مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

پس عیاں ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہمیں جو نسبت غلامی حاصل ہے، اسی سے ہمارا وجود، ہمارا معاشرہ اور ہماری ملت سب قائم ہیں۔ اگر حضور اقدس ﷺ نہ ہوتے تو اس دنیا میں کچھ بھی نہ ہوتا اور پھر آنے والی دنیا یعنی آخرت بھی نہ ہوتی۔ اس لحاظ سے یہ لقب درود تاج کے مصنف نے بالکل صحیح اجالا ہے کہ

وسیلتنا فی الدارین

یعنی حضور اکرم ﷺ دونوں جہان میں ہمارے لئے وسیلہ ہیں

زندگی، بقا اور سعادت و نجات کا وسیلہ۔ خدا تک رسائی کا اور اس کی بارگاہ سے فیضیابی کا وسیلہ۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدے میں یوں عرض کرتے ہیں:

انا طامع فی الجود منك ولم یکن
لابی حنیفة فی الانام سواکا

"میں (آپ ﷺ کے) جود و کرم کا دل سے طلبگار ہوں کہ اس جہاں میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔"

(1) علامہ ابن خلکان نے امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی احادیثِ نبوی ﷺ سے بے پناہ محبت اور والہانہ آرزوؤں کا تذکرہ ایسے انداز میں کیا ہے جس کو پڑھ کر دلوں میں شادابی اترتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: علامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حالتِ نزع میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا:

"وہ سارے قلم اکٹھے کر لیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شافعِ محشر،

محبوب داور ﷺ کی مبارک احادیث لکھیں۔ ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس شمع رسالت کے پروانے نے یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لئے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دی جائے۔ شاید خدائے رحمان و رحیم اس جسم کو نار جہنم سے نہ جلائے جس پر اس کے محبوب ﷺ کی حدیث کی روشنائی کے ذرّات لگے ہوں۔"

وصیت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں پھر بھی روشنائی بچی رہی۔

(الوفا فی احوال مصطفیٰ ﷺ)

(2) محترم قارئین! آپ نے اندازہ لگایا کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے براہ راست وسیلے کی التجا تو بڑی بات ہے! وہ روشنائی جس سے ساری زندگی احادیث لکھتے رہے، اسے بھی گناہوں کی بخشش کا وسیلہ بنایا ہے اور وہ بھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم عالم اور بے مثال محدث ہستی نے۔ اب دیکھئے! یہی جلیل القدر محدث امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی شان وسیلہ پر کون سی احادیث طیبہ روایت کرتے ہیں:

"حضرت ابو سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: وسیلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک عظیم درجہ ہے جس سے بلند کوئی درجہ نہیں؛ لہٰذا تم میرے لئے اللہ سے مقام وسیلہ ملنے کی دعا کیا کرو۔"

(ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ الوفاء)

حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ وہ عظیم درجہ ہے جس سے بلند کوئی درجہ نہیں۔

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور سید الانبیاء ﷺ کو

فرماتے سنا:

”جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو جو کلمات وہ ادا کرے اسی طرح تم بھی کہو، اذان ختم ہونے پر مجھ پر درود وسلام بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا؛ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلے کی دعا کیا کرو جو شخص میرے لئے وسیلے کی دعا کیا کرے گا وہ میری شفاعت کا حق دار ہو جائے گا۔“

(4) حضور نبی کریم ﷺ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد از نماز یوں کہے:

اللھم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد ﷺ نبی الرحمة يامحمد ﷺ انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللھم فشفعه فیّ

” الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو رحمتوں کے نبی ﷺ ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے وسیلے سے اپنے ربّ کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روائی ہو۔ الٰہی اپنے محبوب مکرم ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔“

یہ ایک حقیقت ہے کہ ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور سید عالم ﷺ سے بڑھ کر یا آپ ﷺ کے برابر کوئی شایان وسیلہ نہیں۔ آپ ﷺ کو اپنی امت سے بے پناہ محبت ہے اور آپ ﷺ امت کے لئے دونوں جہاں میں وسیلہ ہیں؛ بخشش اور عطا و کرم کا وسیلہ۔ جب حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں التجا کی جاتی ہے اور ہر طرف سے امیدیں چھوڑ کر

صرف اور صرف آپ ﷺ کو اپنا وسیلہ بنا کر جھولی پھیلاؤ تو در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا!

(5) سورۂ بقرۃ میں ان یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آفت اور مصیبت کے وقت، آنے والے اس نبی ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے جس کا ذکر ان کی کتاب تورات میں تھا وسیلے کی یہ عظیم الشان مثال ہے۔

سورۂ بقرۃ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 89)

"اور آئی جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس نبی ﷺ کے وسیلے سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی ﷺ جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا ان کے ماننے سے، سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر۔"

علامہ سیّد محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "روح المعانی" میں فرماتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پیشتر یہود کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے ان کی جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے ظاہری امکانات ختم ہونے لگتے تو اس وقت تورات کو سامنے رکھ کر اور وہ خاص مقام کھول کر جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات کا ذکر ہوتا، ہاتھ رکھتے اور ان الفاظ میں دعا کرتے:

اللھم انا نسئلك بحق نبیك الذی وعدتنا تبعثه فی اٰخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون۔

"اے اللہ! ہم تجھے تیرے اس نبی ﷺ کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے۔" (روح المعانی/ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 74)

اہل محبت، اہلِ ایمان ہوں یا پریشان حال گنہگار، انفرادی مصائب ہوں یا اجتماعی آزار، ملت کے لئے اُن کا واسطہ دے کر مانگتے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کس درد کے ساتھ یہ کہا:

اے خاصہِ خاصانِ رُسل ﷺ وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین کہ نکلا تھا بڑی شان سے گھر سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

ایک اور شاعر جب اپنی قوم کے زوال پر نظر ڈالتا ہے اس کی روح انتہائی گہرے احساسات کے ساتھ اسی آستانے پر سرنگوں ہو جاتی ہے اور وہ بول اٹھتا ہے:

تجھ پہ نثار جان و دِل، مڑ کے ذرا تو دیکھ لے
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری
تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں
چہروں پہ رنگِ خستگی، سینوں میں دردِ بے پری
آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری
جتنی بلندیاں تھیں سب، ہم سے فلک نے چھین لیں
اب نہ وہ تیغِ غزنوی، اب نہ وہ تاجِ اکبری

صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ الْمَخْصُوْصِ بِقَابَ قَوْسَیْنِ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جو قاب قوسین کے مقامِ قرب سے خصوصی طور پر سرفراز ہوئے۔

مقام قاب قوسین میں کمال بن کر
وہ قرب حضرت یزداں درود تاج میں ہے

مصنف درود تاج نے مقام قاب قوسین پر حضور اقدس ﷺ کے فائز ہونے کا تذکرہ پہلے کر دیا ہے لیکن وہاں یہ آپ ﷺ کے لقب کی حیثیت سے بیان نہیں ہوا تھا بلکہ واقعہِ معراج کی حالت بیان ہوئی تھی کہ جب حضور ﷺ سفرِ معراج کے لئے چلے تو کن کن مقامات سے گزرے۔ اب یہاں اس مقام پر صاحب قاب قوسین بطور لقب اجاگر کیا گیا ہے۔

بعثت رسول ﷺ سے پہلے یعنی دور جاہلیت میں دستور تھا کہ جب دو قبیلے اتحاد کرتے تو ان کے سردار اپنی اپنی کمانوں کو اٹھا کر ایک تیر رکھ کر اسے چھوڑتے۔ یہ ان کے اتحاد و اتفاق اور دوستی کا اعلان ہوتا۔ اب جو کوئی ان دونوں عہد و پیمان کرنیوالوں میں سے کسی ایک پر حملہ آور ہوتا تو یہ دونوں متحد ہو کر اس کا مقابلہ کرتے۔ یہ اس لفظ قاب قوسین کا تاریخی پس منظر ہے۔

واقعہ معراج میں جب قرب کی نسبت سے اس لفظ کا استعمال ہوا تو مفہوم پوری طرح آشکار ہو گیا۔ مقام قاب قوسین کی رفعتوں پر کون ہے جو روشنی ڈال سکے۔ یہ عقل و فہم اور ادراک کی منزلوں سے پرے ہے۔ یہاں خیال و تصور اور قیاس و گمان بے بس ہیں۔ صاحبِ قاب قوسین کا کیا مقام ہوگا جو تخت سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی کے سلطان ہوئے۔

قاب قوسین ان کے لئے وہ مہمان سرائے بلند ہوئی کہ اَوْ اَدْنٰی جس کی بام محبت کہلائی۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ترا خانہ بلند از قاب قوسین و دنیٰ بامش

ز طٰہٰ روشنائی داں و یٰسٓ کنگرۂ ایواں

تماشائے عجب کردی درونِ گلشن واجب

ولے تنہا خرامیدی بروں از حجرۂ امکاں

"دنیٰ" آپ ﷺ کے گھر (محل) کا وہ بام ہے جو قاب قوسین سے بھی بلند ہے اس محل کے کنگرے یٰسٓ اور اس کو روشنی ربِّ کریم نے طٰہٰ سے دی ہے۔ یٰسٓ و طٰہٰ قرآن کریم میں آپ ﷺ کے وہ القاب ہیں جو حق تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ اس گلشنِ واجب میں آپ ﷺ نے عجب کمال کیا کہ حجرۂ امکاں سے باہر (لامکان میں) تنہا خراماں ہوئے اور اس مقام کو بھی آپ ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے

غبار راہ کو بخشا فروغِ وادئ سینا

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مَحْبُوْب رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَیْنِ

اَلصَّلٰوۃُ الزَّاکِیَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ الْکَامِلَاتُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ مَحْبُوْب رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَیْنِ ط

پاکیزہ درودوں اور کامل تحیات کا نذرانہ پیش ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں۔ اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کہ مشرقین اور مغربین کے پروردگار کے محبوب مکرم ہیں۔

قرآن کریم میں متعدد بار مشرق ومغرب کا ذکر آیا ہے۔مشرق ومغرب کا ذکر ثنائے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے مصنف درودتاج نے اسی مناسبت سے اختیار کیا۔

قرآن کریم میں مشرق ومغرب کا ذکر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے حوالے سے آیا ہے اور یہاں درودتاج میں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان محبوبیت کی نسبت سے آیا ہے۔مقصود یہ ہے کہ جہاں جہاں اس کی ربوبیت ہے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ وہاں وہاں ہے۔ مشرق ہو یا مغرب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام ہر خطے میں پڑھا جارہا ہے۔مشرق میں جس طرح ان کی ثناء ہورہی ہے مغرب میں بھی ان کا چرچا پھیلا ہوا ہے۔تمام اہل ایمان جو مشرق میں ہیں اور جو مغرب میں ہیں سب کے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔کوئی سمت اس کائنات کی نہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خالی ہے اور نہ اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر وثناء سے۔

قرآن حکیم میں مشرق ومغرب کا تذکرہ دیکھئے:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا

''اور ہم نے وارث بنا دیا اس قوم کو جسے ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا (انہیں وارث بنایا) اس زمین کے شرق وغرب کا جس میں ہم نے برکت رکھ دی ہے۔'' (سورۃ الاعراف: آیت 137)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑائی بیان کرنے کے جتنے بھی انداز ممکن ہیں، ان میں سے ایک یہ انداز بھی ہے کہ وہ مشرق ومغرب کا ذکر فرما کر اپنی حاکمیت کی حدود کو متعارف کرا رہا ہے۔ یہ بات عرب کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے زیادہ آسان تھی کہ وہ سمت کے اعتبار سے مشرق ومغرب ہی سے واقف تھے۔ مصنف درودتاج نے اسی طرز بیان کو مدح وثنائے حبیب ﷺ کا خوبصورت حصہ بنالیا جو مشرق سے مغرب تک ان کی توصیف وتعریف کو لے کر پھیل گیا۔

حدیث مبارک

ایک شخص نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگی معاش کی شکایت کی تو اس کو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جب تُو اپنے گھر میں داخل ہو، تو السلام علیکم کہہ، چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو۔ پھر مجھ پر سلام عرض کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ ط اور ایک مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ پڑھ۔ اُس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کھول دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچا۔

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلٰمُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ ط

جَدِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ﷺ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے نانا جان ہیں۔

امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت تاریخ اسلام کا جتنا المناک واقعہ ہے اتنا ہی تابناک بھی ہے۔ حسنین کریمین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پناہ محبت عالم پر آشکار ہے۔ صاحب درود تاج نے اس کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ کا لقب اختیار کیا۔ وہ کون سا دل ہے جو اہل بیت علیہم السلام کی محبت سے خالی ہے لیکن مولانا جعفر شاہ پھلواری نے یہاں بھی اعتراض کی راہ نکال لی۔ وہ لکھتے ہیں:

"مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی کا باعث فخر ہونا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں کہ جس شخص کو باعث فخر کہا جائے وہ فخر کرنے والے سے افضل یا اس کے برابر ہو۔"

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اس بیہودہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

دیکھئے حدیث وارد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

انی مکاثر بکم الانبیآء یوم الْقِیٰمَۃِ ط

"یعنی میں تمہاری کثرت کے باعث قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام پر فخر کروں گا۔"

اور ترمذی شریف میں ہے:

انی مکاثر بکم

"میں تمہاری کثرت کے باعث فخر کروں گا۔"

(ترمذی جلد اول صفحہ 2 طبع دہلی)

اورابوداؤد میں ہے:

فانی مکاثر بکم

''بے شک تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا۔''

(ابوداؤد جلداول صفحہ 280اصح المطابع کراچی،جلددوم صفحہ 59طبع دہلی)

مسند احمد میں ایک اور جگہ وارد ہے

ومکاثر بکم

''میں تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا۔''

(مسندامام احمد صفحہ 35جلد چہارم)

اورابن ماجہ میں ہے:

وانی مکاثر بکم الامم

''اور بے شک میں تمہارے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

ان احادیث طیبہ کی دلالت قطعیہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث فخر ہے۔حسنین کریمین علیہما السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہونے کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ بھی ہیں ۔صرف صحابی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ،امجاد اور اہل بیت علیہم السلام ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث فخر ہے توحسنین کریمین کو یہ اعزاز کیوں نہ حاصل ہو۔

پھلواری صاحب کی غلط فہمی یہی ہے کہ انہوں نے حسنین کریمین علیہم السلام کا حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث فخر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے افضل ہونے کو مستلزم سمجھ لیا اور یہ قطعاً غلط ہے۔دیکھئے حدیث شریف میں ہے:

ان اللہ عزوجل یباھی بکم الْمَلٰٓئِکَۃِ ط

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میرے صحابہ بے شک اللہ عزوجل تمہارے باعث ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف جلد دوم صفحہ 264 طبع اصح المطابع کراچی اور مسند امام احمد جلد دوم صفحہ 186 طبع بیروت پر وارد ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی باعث فخر ہے۔ کیا پھلواروی صاحب یہاں بھی اس التزام کو تسلیم کریں گے (العیاذ باللہ)؟ ذرا غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ حضور اکرم ﷺ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا فخر فرمانا اللہ تعالیٰ ہی کی علوشان کی دلیل ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو یہ فضل وشرف عطا کیا کہ اللہ ان کے باعث ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حسنین کریمین علیہما السلام اور حضور ﷺ کی باقی امت کا حضور ﷺ کے لئے باعث فخر ہونا حضور ﷺ سے افضل ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ خود حضور اکرم ﷺ کی افضلیت کو مستلزم ہے کیونکہ ان سب کی فضیلت آپ ﷺ ہی کے فیض اور نسبت کی وجہ سے ہے۔ اگر امت کی اضافت آپ ﷺ کی طرف نہ ہوتی اور وہ آپ ﷺ کے فیض سے محروم ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کے لئے باعث فخر نہ ہوسکتا تھا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ ہی کی فضیلت ہے اور آپ ﷺ ہی کی ہر فضیلت اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ اسی نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ فضیلت عطا فرمائی۔ ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلٰنَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ

اَلصَّلٰوۃُ الطَّیِّبَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الزَّاکِیَاتُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ ﷺ

پاکیزہ درودوں اور اُجلے سلاموں کا تحفہ پیش ہے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اے اللہ تعالیٰ کے محبوب، اے ہمارے آقا اور دونوں جہان کے آقا ﷺ۔

دائرہ عالمین کے اندر جتنی بھی مخلوقات ہیں جنات ان سے باہر نہیں لہٰذا سرکار دو عالم ﷺ کی رحمت کے سائبان تلے ان کا ہونا قدرتی امر ہے۔ اس لقب میں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ انسانوں کے جس طرح سردار ہیں، ولی اور مددگار ہیں اور رحمت ہیں اسی طرح آپ ﷺ جنات کے لئے بھی والی، مددگار اور سردار ہیں۔ یہ وہ مخلوق ہے جو انسانوں سے علیحدہ ہے اور اس کا وجود آب و گل سے نہیں ہوا بلکہ آتش سے ہوا ہے اور یہ انسانوں سے پہلے بنائے گئے ہیں۔ ان میں نافرمان بھی ہیں، سرکش بھی۔ آپس میں فساد کرنے والے بھی ہیں اور وہ بھی جو حق کو پہچان کر اسکی آغوش میں آ گئے۔

جنات کو بحیثیت ایک علیحدہ مخلوق کے، کوئی اعزاز اور شرف حاصل نہیں ہے لیکن جو جنات آپ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو گئے وہ اعزاز پا گئے۔ یہاں یہ بڑائی اور بزرگی نبی کریم ﷺ کی بیان کی گئی کہ ایسی مخلوق جو تمام اعزازات سے محروم تھی آپ ﷺ کی نگاہ کرم نے انہیں بھی وہ مقام عطا کر دیا جو اس سے پہلے کسی نبی علیہ السلام نے انہیں نہیں بخشا تھا۔

مولیٰ کے ایک معنی ہیں آزاد کرنے والا (اَلْمُنْجِیْ) اس معنی پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جنات حضور اکرم ﷺ سے پہلے فتنہ و فساد کے باعث ہلاک و بربادی کے مستحق ہو چکے تھے لیکن

آپ ﷺ نے انہیں مشرف بہ اسلام فرما کر اس حالت سے آزاد کر دیا جس طرح انسانوں کو، حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے درندگی، بربریت، قتل وغارت گری میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ نے ان کو سُدھار کر امن وعافیت کے اجالوں میں لا کھڑا کیا۔ ان کی نفرتوں کو محبت میں تبدیل کر دیا اسی طرح جنات کو بھی ان کی برائیوں سے نکالا۔ اس لئے آپ ﷺ ان کے مولیٰ کہلائے کہ آپ ﷺ نے انہیں گرفتاری بلا سے رہائی دلائی۔ مصنف درودتاج یہ کہنا چاہتے ہیں حضور اکرم ﷺ جس طرح ہمارے سردار، آقا اور مددگار، ہمیں آزادی سے ہمکنار کرنے والے، ہم سے محبت کرنے والے، ہم پر مہربانی فرمانے والے ہیں اسی طرح جنات کے لئے بھی آپ ﷺ مددگار، آقا اور مہربان ہیں۔ یہ اسلوب بیان صاحب درودتاج کا کمال علم ہے۔

درود وسلام پڑھنے کا افضل طریقہ

درود وسلام پڑھتے وقت ادب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ پاک جگہ بیٹھ کر۔ کھڑے ہو کر، چل پھر کر باوضو اور بے وضو پڑھ سکتے ہیں لیکن افضل ترین طریقہ یہ ہے کہ وضو کرے، ہو سکے تو خوشبو بھی لگائے اور قبلہ رو دوزانو بیٹھے اور نبی کریم ﷺ کی زیارت بیداری یا خواب میں نصیب ہو چکی ہو تو آپ کی صورتِ پاک کا تصور باندھے کہ حضور اکرم ﷺ سامنے موجود ہیں اور میں صلوٰۃ وسلام عرض کر رہا ہوں، نہایت تعظیم اور ہیبت وجلالتِ شان حضور اکرم ﷺ کے پیش نظر حیاء سے آنکھیں جھکائے رہے اور یہ یقین رکھے کہ نبی کریم ﷺ مجھے دیکھتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، جب تو ان کا ذکر کرتا ہے کیونکہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں۔

وَاللّٰهُ جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَهٗ ''اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہم مجلس ہو جاتا ہے''۔

درود وسلام پڑھنے والے کے لئے دو فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے ان دو فرشتوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ (طبرانی ص 20)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کتاب میں میرے نام کے ساتھ درود شریف لکھا، فرشتے اس کے لئے بخشش مانگتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ (جواہر 4۔ص 169)

اَبِی الْقَاسِمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا اَبِی الْقَاسِمِ مَوْلَی الْکَوْنَیْنِ ﷺ

اے اللہ درودوسلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا ابوالقاسم حضرت محمد ﷺ پر جو دونوں جہان کے آقا ہیں۔

حضور رحمت عالم ﷺ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی جن کے والد خویلد بن اسد تھے اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زایدہ تھا۔آپ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے ہوئی۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 312)

آپ ﷺ کے فرزندوں میں سب سے بڑے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے۔عرب میں کنیت کا رواج عام تھا اور عام طور سے کنیت ہی سے پکارا کرتے تھے۔محبوب خدا ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی جو آپ ﷺ کے سب سے بڑے فرزند کی نسبت سے تھی۔

شرعی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ کا نام مبارک اور کنیت کوئی شخص اپنے لئے اکٹھے استعمال کرنے کا مجاز نہیں ہے، چنانچہ بخاری شریف کی متعدد احادیث میں واضح طور پر ممانعت آئی ہے۔ملاحظہ کیجئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بازار میں تشریف رکھتے تھے ایک صاحب کی آواز آئی: یا اباالقاسم: آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے (معلوم ہوا کہ انہوں نے کسی اور کو پکارا تھا) اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔"

(تفہیم البخاری، شرح صحیح بخاری جلد دوم صفحہ 400)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تو حضور اقدس ﷺ کو ان کے نام پر کنیت رکھنے کا خیال آیا۔ اس موقع پر حضرت جبریل امین علیہ السلام اس کنیت کی اجازت کے ساتھ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا:

اَلسَّلٰمُ عَلَیْكَ یَا اِبْرٰھِیْمَ رضی اللہ عنہ

بعض لوگوں نے اس خیال کا اظہار بھی کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ طاہرہ میں آپ ﷺ کی کنیت اختیار کرنا دوسروں کے لئے ممنوع تھا تا کہ خطاب کی صورت میں التباس واشتباہ پیدا نہ ہو اور کوئی شخص نادانستہ یا عمداً آپ ﷺ کو ایذا نہ پہنچائے لیکن وصال کے بعد اس میں کراہت نہیں سمجھی جاتی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے لئے آپ ﷺ کی کنیت مبارکہ اور نام اقدس کو اپنے لئے اکٹھا کرنا درست نہیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کی محبت قلبی اس بات سے بخوبی عیاں ہے کہ آپ ﷺ نے اس نام کو اپنی کنیت بنالیا اور پھر کسی کو اس کی اجازت نہ دینا یہ بھی اس محبت کا مظہر ہے اسی لئے مصنف درود تاج نے اس نام کو شامل کر کے دریائے رحمت کا رخ اپنی جانب کرلیا ہے۔ یقیناً درود تاج میں لقب ابوالقاسم ﷺ کا ذکر حضور اقدس ﷺ کی خوشنودی میں اضافے کا سبب ہوگا۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب !
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلٰی اَبَوَیْہِ الْکَرِیْمَیْنِ ط

اے اللہ درود وسلام نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما پر۔

یہاں مصنف درود تاج نے حضور اقدس ﷺ کے والد محترم کا نام آپ ﷺ کے لقب میں شامل کیا ہے۔ یقیناً یہ ان کے عشقِ بے نہایت کی کھلی نشانی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب کے حالات کتب سیر میں ملتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل اپنی تصنیف ''سیرت الرسول ﷺ'' میں حضرت عبداللہ کی ولادت کے تذکرہ کے ساتھ قرعہ اندازی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی محققانہ تصنیف ''ضیاء النبی ﷺ'' میں ایمان والدین رسول کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے علماء اور محققین کی اکثریت یہ رائے رکھتی ہے کہ سرکار مدینہ، تاجدار حرم، رحمت عالم ﷺ کے والدین کریمین نجات یافتہ ہیں۔

حضور انور ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اہل فترۃ میں سے تھے نہ ان کے پاس اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک کوئی نبی آیا نہ کسی نبی کی دعوت انہیں پہنچی اور نہ انہوں نے اس نبی کے ساتھ کفر کیا نہ اس کی دعوت کو مسترد کیا اس لئے وہ نجات یافتہ ہیں۔

علمائے حق کا اس بارے میں دوسرا موقف یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کا دامن شرک و کفر سے کبھی داغدار نہ ہوا۔ وہ ساری عمر اپنے جدِّ کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یوم قیامت پر ان کا پختہ یقین تھا۔ مکارم اخلاق

کے حسین پیکر تھے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے آپ لکھتے ہیں:

ان اٰباء الانبیاء ما کانوا کفارا لقوله تعالیٰ۔ الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی السجدین۔ قیل معناه انه کان ینقل نوره من ساجد الیٰ ساجد دلالة علی ان جمیع اٰباء محمد صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وسلم کانوا مسلمین

"بے شک انبیائے کرام علیہم السلام کے آباء و اجداد کافر نہیں تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری وہ ذات ہے جو آپ ﷺ کو دیکھتی ہے جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ ﷺ سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتے رہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے کی پیشانی سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی پیشانی میں منتقل ہوتا رہا۔ اس سے کھلا کہ محمد ﷺ کے جملہ آباء واجداد مسلمان تھے۔" (سیرت حلبیہ صفحہ 103)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف "مسالک الحنفاء" میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ دلیل دو مقدموں پر مشتمل ہے۔ پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اپنے ہم عصروں سے افضل تھے اور ان کے ہم عصروں میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان سے بہتر اور افضل ہو۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ احادیث اور آثار سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی رءوف رحیم ﷺ کے زمانہ بعثت تک کوئی ایسا دور نہیں آیا جس میں چند افراد دینِ فطرت پر نہ ہوں، جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں، نماز پڑھتے ہوں اور انہی کی برکت سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو زمین، اور

جو کچھ اس کے اوپر ہے، تباہ و برباد ہو جائے گا، اور اگر کسی زمانے میں حضور اکرم ﷺ کے آباء و اجداد سے ان کے ہم عصر افضل ہوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے آباء و اجداد اپنے ہم عصروں سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لئے یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ حضور ﷺ کے سارے آباء و اجداد مومن تھے اور اپنے تمام ہم عصروں سے اعلیٰ و ارفع شان کے مالک تھے۔

اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوۃ عن طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال النبی ﷺ لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیر ھما

''ابو نعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں کئی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا، ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے۔ جہاں کہیں سے دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو ان دونوں میں سے بہتر تھی۔''

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لکھا ہے:

قال الحافظ ابن حجر: ومن المعلوم ان الخیریۃ والاصطفاء والاختیار من اللہ والافضلیۃ عندہ لا یکون مع الشرك

''حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کسی سے بہتر ہونا اللہ تعالیٰ کا کسی کو پسند کرنا اور اس کی بارگاہ میں کسی کی افضلیت اس کے مشرک ہونے کے ساتھ ہرگز نہیں ہو سکتی۔''

(مسالک الحنفاء صفحہ 22)

ان روایات سے اس دلیل کا پہلا مقدمہ ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم ﷺ کے سارے آباء و اجداد اپنے اپنے زمانے میں اپنے ہم عصروں سے افضل اور اعلیٰ تھے اور یہ افضلیت اور یہ بلند مرتبہ اسی وقت انہیں نصیب ہوسکتا ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہوں۔

اس مقام پر عصر حاضر کے نامور محقق امام ابوزہرہ نے محبت و تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

خلاصة القول وهو ما انتهينا اليه بعد مراجعة الاخبار فی هذه المسئلة ان ابوی محمد ﷺ فی فترة وانهما كانا قريبين الى الهدىٰ والى الاخلاق الكريمة التی جاء به شرع ابنهما من بعد وانهما كانا علی فترة من الرسل ونعتقد انه بمراجعة النصوص القرآنية والاحاديث الصحيحة لا يمكن ان يكونا فی النار

”ہماری ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس پر ہم اس مسئلے کے بارے میں احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد منقطع تھی اور وہ دونوں ہدایت اور اخلاق کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لختِ جگر ﷺ نے بطور شریعت دنیا کو پیش کی اور قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔

(خاتم النبیین جلد اول صفحہ 132-134)

علامہ مذکور نے اپنی یہ مدلل بحث ان جملوں پر ختم کی:

وما انتهينا الى هذا بحكم محبتنا لرسول الله ﷺ وان كنا نرجوها ونتمناها ولكن بحكم العقل والمنطق والقانون

الخلقی المستقیم والادلة الشرعیة القویمة و مقاصد الشریعة وغایاتها

''ہم اس نتیجے پر صرف اس لئے نہیں پہنچے کہ ہمارے دل میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہے اور اس محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچیں، اگرچہ ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے محبوب ﷺ کی محبت سے سرشار رکھے گا، لیکن ہم اس نتیجے پر اس لئے پہنچے ہیں کہ عقل، منطق اور خلقِ مستقیم کا قانون، شریعت کی مضبوط دلیلیں اور شریعت کے اغراض و مقاصد ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اس بارے میں اس نتیجے پر پہنچیں۔''

آخر میں قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ ابن عربی جو مسلک مالکیہ کے جلیل القدر ائمہ میں سے ہوئے ہیں اور جن کی تفسیر ''احکام القرآن'' ان کے علم و فضل کی بڑی دلیل ہے، کا ایک فتویٰ سنئے:

سئل قاضی ابوبکر ابن العربی عن رجل قال ان اٰباء النبی فی النار فاجاب من قال ذلك فهو ملعون لقوله تعالیٰ ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیه انه کذا و کذا

''قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ ابن عربی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: جو شخص یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو، لعنت بھیجتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں۔ پھر کہا: اس سے بڑی اذیت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین کے بارے میں ایسا کہا جائے۔

نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ ﷺ الَّذِیْ خَلَقْتَهٗ مِنْ نُّوْرِ ذَاتِكَ ط

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ پر جن کے وجود اقدس کو تو نے اپنے نور ذات کے جلوؤں سے پیدا فرمایا۔

امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کی پیدائش عام افراد انسانی کی طرح نہیں ہے۔آپ ﷺ حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ پیدائش محمدی ﷺ عام افراد انسانی کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش آپ ﷺ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

خلقت من نور اللہ

کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفے کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت ﷺ کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقتِ امکان کا منشاء عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں کیونکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ

کا سایہ نہ تھا، نیز عالمِ شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب کائنات میں آپ ﷺ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں پھر حضور ﷺ کا سایہ کیسے متصور ہوسکتا ہے؟

(دفتر سوم ترجمہ مکتوب نمبر 666 صفحہ 100)

کئی احادیث طیبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور نبی ﷺ کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا:

یارسول اللہ فداك ابی و امّی اخبرنی عن اول شیٔ خلقه الله تعٰلی قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعٰلی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك

”یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، مجھے یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کون سی چیز پیدا کی؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا۔“

احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات عالمِ امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم و ابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش و کرسی سے بھی بہت پہلے حضور اقدس ﷺ کی دیگر صفات کی طرح نبوت اور بشریتِ حضور اکرم ﷺ کی صفتیں ہیں۔ اہلِ معرفت کی اصطلاح میں اسی نور کو حقیقت محمدیہ ﷺ کہا جاتا ہے اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ حقیقۃ الحقائق ہے۔

”اسی وجہ سے حضور سید عالم ﷺ کو نور الانوار اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔“

(زرقانی)

سنن ترمذی کی حدیث ہے: ایک روز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے

عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! متی وجبت لك النبوۃ۔حضور ﷺ آپ کوخلعتِ نبوت سے کب سرفراز کیا گیا؟حضوراقدس ﷺ نے جواب میں ارشادفرمایا: وادم بین الروح والجسد۔ مجھےاس وقت خلعت نبوت سے مشرف کیا گیاجب کہ آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم۔

ایک نظر سورۂ نور پر ڈالیے اور دیکھئے کہ اس آیت کی تفسیر اور تشریح میں اکابر علمائے کرام کیا فرماتے ہیں۔آیۃ مقدسہ پڑھیے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ نور آیت 35)

''اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ایک فانوس میں ہے۔ وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہوجائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے۔نور پر نور ہے۔اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔''

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''شفا شریف'' میں سمجھاتے ہیں کہ اللہ کا نور اور اس کی مثال کیا ہے۔حضرت کعب احبار اور ابنِ جبیر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''مثلِ نور'' میں نور ثانی سے مراد نور مصطفیٰ ﷺ ہے۔'' (شفاء شریف جلد اول صفحہ 10)

اس آیت کی تشریح میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:
نُورِقلبِ ابراہیم علیہ السلام پر نُورِقلبِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

''طاق تو حضور ﷺ کا سینۂ مبارک ہے اور فانوس قلبِ مبارک ہے۔
چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے نہ وہ شرقی ہے نہ غربی،
روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ نور پر نور ہے یعنی نور
قلب ابراہیم علیہ السلام پر نور قلبِ مصطفیٰ ﷺ۔''

(تفسیر خازن جلد سوم صفحہ 333)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: ان کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بعض لوگ تو ان کو دیکھ کر قربان ہوجاتے تھے آپ ﷺ کو دیکھ کر ایسی حالت کیوں نہیں ہوتی؟

فقال النبی ﷺ جمالی مستور عن اَعْیُنِ الناس غیرۃ من اللہ عزوجل ولو ظھر لفعل الناس اکثر مما فعلوا حین رأوا یوسف علیہ السلام

''حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے۔ اگر آشکارا ہوجائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوتا تھا۔''

(درثمین فی مبشرات النبی الامین ﷺ)

خلاصہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ اپنے حسن و جمال میں سراپا نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ حسن و جمال میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے آفاق ہائے عالم میں جستجو کی، جملہ حسینانِ عالم کو دیکھا اور فرمایا: ''لیکن تو چیزے دیگری''

اے! مثل تو در جہاں نگارے
یزداں دگرے نہ آفریدہ

اے! پرتوِ حسنِ ذات از تو
یک شمّہ بدیگراں رسیدہ

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے منصور حلاّج رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ کہلوایا کہ اس جہانِ رنگ و بُو کی خاک سے آرزو، عشق، تعمیر، تخلیق، قوت حیات، زندگی کا جو شرارہ پھوٹتا ہے اس کی رونق اور تابندگی یا تو نور مصطفیٰ ﷺ کا ہی کرشمہ ہے اگر اس میں کچھ کمی ہے تو پھر سمجھ لو کہ ہنوز وہ نور مصطفیٰ ﷺ کی تلاش میں ہے۔ یہ ہے وہ حقیقت نور مصطفیٰ ﷺ جسے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی عارف منصور حلاّج رحمۃ اللہ علیہ کے لہجے میں بیان کرتے ہیں:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ ﷺ اُورا بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ﷺ است

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

یَآاَیُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَامَنْ كُلُّ الْخَلْقِ اشْتَاقَ اِلٰی زِیَارَۃِ وَجْهِكَ الْكَرِیْمِ ط

درود پاک اور سلام نازل ہو آپ ﷺ پر اے وہ ذات گرامی کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کا شوق ساری مخلوق کے دلوں میں ہے۔

ان آنکھوں کا ورنہ کوئی مصرف ہی نہیں ہے
سرکار ﷺ تمہارا رخِ زیبا نظر آئے

(وقار صدیقی اجمیری)

درود تاج کے ان اختتامی کلمات میں اہل محبت کو خطاب کیا گیا جو صرف اور صرف آقا ﷺ کے دیدار کی تمنا میں جی رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ جب شہنشاہ دو جہاں ﷺ نے اس عالم ظاہر سے پردہ فرمایا تو شدت غم میں انہوں نے یہ دعا مانگی: خداوند کریم! جو بینائی تو نے عطا کی تھی وہ تیرے محبوب ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے کے لئے کی تھی۔ جب وہ جمال جہاں آرا ہی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو اب میری بینائی مجھ سے واپس لے لے۔ یہ دعا بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت پا گئی اور بینائی جاتی رہی۔

حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بنما جمال خود را یک دم بہ من نگارا
تا در رخِ تو بینم نور خدا نما را
پردہ بر افگن از رخ، من یافتم زرویت
در ذات تو ہویدا انوار کبریا را

یہ وہ باکمال ہستیاں ہیں کہ ایک جانب جمال محبوب ﷺ حق تعالیٰ سے اپنی مشتاق آنکھوں کی تشنہ لبی دور کرتے ہیں تو ساتھ ہی اس جمال زیبا کو آئینہ جمال حق تعالیٰ بنا کر انوار کبریا کا دیدار بھی کر لیتے ہیں۔ حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے جمال مصطفیٰ ﷺ کو نور خدا نما فرمایا ہے۔ اسی بات پر وہ ایک لمحے کے لئے حضور اقدس ﷺ کو اپنے روئے انور سے نقاب ہٹانے کی التجا کر رہے ہیں یعنی آپ ﷺ کا جمال ظاہری بھی ایسا ہے کہ جسے دیکھ کر نہ صرف خدا یاد آئے بلکہ خدا کا دیدار کرا دے اور وہ حسنِ کائنات، جو کائنات حسن بھی ہے، صرف ایسے ہی عاشقوں کی نگاہ کی تسکین فرماتا ہے ورنہ اس کی حقیقت حسن کو نہ کوئی دیکھ سکا نہ کوئی پا سکا۔ حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی دلیل اپنے اس شعر میں بھی دیتے ہیں کہ یہ آنکھیں صرف اور صرف آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے کے لئے مشتاق ہیں۔

عالم زماہ رویاں گر پُر شود نہ بینم

جزتو، بہ تو ز اوّل دارم رہِ وفا را

یعنی یہ حقیقت تو ازل یا روز اول سے طے ہے کہ رہ وفا آپ ﷺ سے ہے اس لئے تمام عالم اگر ماہ رو چہروں سے پُر ہو جائے تب بھی مجھے سوائے آپ ﷺ کے کسی جانب نظر نہیں اٹھانی ہے۔

ان مشتاقان جمال مصطفیٰ ﷺ میں کہیں مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ان آنکھوں کا خیال فرماتے ہیں جو ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہی ہیں تو مازاغ البصر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور جب آپ ﷺ کی زلفِ عنبریں کا خیال آتا ہے تو والیل اذا یغشیٰ کا ورد کرتے ہیں۔

دو چشم نرگسینش را کہ مازاغ البصر خوانند

دو زلفِ عنبرینش را کہ والیل اذا یغشٰی

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام مشتاقانِ نور جمال میں عجیب ہے کہ یہ سعی بسیار اور

التجائے اشکبار کے بعد جب روضہِ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں تو رو رو کر اپنا حال فراق عرض کرتے ہیں اور ساتھ ہی ایسی آرزو بیان کرتے ہیں کہ اہل عشق اسے کمال محبت اور معراج عشق بتاتے ہیں سنئے :

زمہجوری بر آمد جانِ عالم
ترحم یا نبی ﷺ اللہ ترحّم

اس میں وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ قبر انور سے باہر تشریف لایئے اور اس حال میں کہ آپ ﷺ کے فرق اقدس پر نوری عمامہ ہو اور یمن کی چادر اوڑھے ہوئے ہوں۔

جامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

بروں آور سر از برد یمانی
کہ رُوئے تست صبح زندگانی
ادیم طائعی نعلینِ کن
شراک از رشتہِ جانہائے ماکن

یعنی آپ ﷺ کی نعلینِ مبارک طائف کے چمڑے کی ہو (طائف کا چمڑا بہت خوبصورت اور رنگین ہوا کرتا تھا) اور اسکی ڈوری جو ہو وہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی جان ہو۔

اِدھر جامی رحمۃ اللہ علیہ تڑپ رہے ہیں تو اُدھر خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا عالم ہجر سراپا اضطراب بنا ہوا ہے، اسی عالم میں کہتے ہیں:

دیدۂ جاں را لقائے تو بس است
ہر دو عالم را رضائے تو بس است
بیکساں را کس توئی در ہر نفس
من نہ دارم در دو عالم جز تو کس
یک نظر سوئے من غمخوار کن
چارہ کار من بے چار کن

(8) حضرت جان محمد قدسی رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ میری پیاس حد سے بڑھ گئی ہے، اے آبِ حیات! بس اب رحم فرمائیے:

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات

رحم فرما کہ زحدمی گزرد تشنہ لبی

جمال مصطفیٰ ﷺ کے دیدار کی طلب میں ان گنت عاشقانِ رسول ﷺ آج بھی تڑپ رہے ہیں۔ صدیوں بعد جب عشاق کا عالم یہ ہے تو جن آنکھوں نے آپ ﷺ کا ہمہ وقت دیدار کیا ہو ان پر کیا گزری ہوگی جب وہ اس پیکرِ جمال کی دید سے محروم ہو گئے ہوں گے؟

شارح بخاری امام کرمانی نقل کرتے ہیں کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ کا وصال ہوا تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دل نہ لگنے کی وجہ سے شہر مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنا ارادہ بدلنے کے لئے کہا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

انی لا ارید المدینة بدون رسول اللہ ﷺ ولا اتحمل مقام رسول اللہ ﷺ خالیًا عنه۔

''اپنے محبوب ﷺ کے بغیر مدینے میں میرا دل نہیں لگتا اور نہ مجھ میں ان خالی مقامات کو دیکھنے کی برداشت ہے جن میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے۔'' (الکرمانی شرح البخاری 15-24)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینے کی گلیوں میں لوگوں سے دریافت کرتے پھرتے تھے کہ اے لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو۔ ساکنانِ مدینہ ویسے ہی غم میں ڈوبے ہوئے تھے، اس سوال پر گریہ طاری ہو جاتا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کے شہر حلب ہجرت کر گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد اس عاشقِ صادق کو خواب میں سرکار مدینہ ﷺ نے اپنی زیارت سے مشرف کیا اور فرمایا:

ماھذہ الجفوۃ یا بلال (رضی اللہ عنہ) اما ان لک ان تزورنی

''اے بلال رضی اللہ عنہ تونے ہمیں ملنا چھوڑ دیا، کیا ہماری ملاقات کو تیرا جی نہیں چاہتا؟''

تمام زخم تازہ ہو گئے۔ اس ایک جملے سے کیا کیفیت گزری ہوگی حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر؟ خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک یا سیّدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہوئے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ کر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کرنے لگے، کبھی مسجد اور کبھی حجروں میں ڈھونڈتے ہوئے قبرِ انور پر پہنچے اور سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ، غلام حاضر ہوا ہے۔''

یہ جملہ زبان سے ادا کیا، بے ہوش ہو کر مزار اقدس کے قریب گر پڑے۔ تمام مدینے میں یہ خبر خوشبو کی طرح پھیل گئی کہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ اس عاشق صادق کو دیکھنے کے لئے مدینہ منورہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے۔ سب نے مل کر عرض کی: ایک مرتبہ وہ اذان سنا دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کر سکوں گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا:

یا بلال نشتھی ان نسمع اذانک الذی کنت تؤذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد

''بلال رضی اللہ عنہ! آج ہمیں وہی اذان سناؤ، جو ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے تھے۔''

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ انکار نہ کر سکے خاص اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دی جہاں

حضور رحمت عالم ﷺ کی ظاہری حیات میں اذان دیا کرتے تھے۔جب اذان کے ابتدائی کلمات ادا کرنے شروع کیے تو اہل مدینہ سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔جب اشھد انّ محمدًا رسول اللہ کے کلمات پر پہنچے تو تمام حاضرین حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں۔حضور ﷺ کے وصال کے بعد اہل مدینہ پر اس دن سے بڑھ کر کبھی رقت طاری نہیں ہوئی۔ (ابن عساکر)

یہ اشتیاق دیدار کا جذبہ عشاق مصطفیٰ ﷺ میں آج بھی موجود ہے، انہیں رُلاتا اور تڑپاتا ہے ۔انہی عاشقان رسول اللہ ﷺ اور طالبانِ دیدار کو مصنف درود تاج نے یَاَ ایھاالمشتاقون کہہ کر مخاطب کیا ہے۔جمال یار کی جلوہ گری سے محروم جب ایک سوکھا ہوا درخت ''حنانہ'' اور ایک اونٹنی زار وقطار رو رو کر جان دے دیں تو بھلا آپ ﷺ کے غلاموں کا حال کیا ہوگا؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ناقہء رسول ﷺ کے سوز فراق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وناقہِ آنحضرت ﷺ علف نمی خورد وآب نمی نوشید تا آنکہ مرد''

'' آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی نے مرتے دم تک نہ کچھ کھایا اور نہ ہی پیا۔''

(مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 444)

پھر فرماتے ہیں:

از جملہ آیاتے کہ ظاہر شد بعد از موت آنحضرت ﷺ آن حماری کہ آنحضرت گاہی برآں سوار میشد چنداں حزن کرد کہ خود در چاہی انداخت۔

'' آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں

سے ایک یہ بھی تھی کہ جس خچر پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے اس نے آپ ﷺ کے فراق میں اتنا رنج وملال کیا کہ کنویں میں چھلانگ لگا دی اور شہید ہو گیا۔" (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 444)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک خاتون آپ ﷺ کے روضہِ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہا:

اکشفی لی قبر رسول اللہ ﷺ فکشفتہ لھا فبکت حتیٰ ماتت

"حجرہ انور کھول دیں، میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔ میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے حجرے کا دروازہ کھول دیا، وہ عورت آپ ﷺ کے مزار اقدس کو دیکھ کر اتنا اشکبار ہوئی کہ روتے روتے جان سے گزر گئی۔" (الشفاء جلد دوم صفحہ 570)

ان تمام واقعات وحقائق کی روشنی میں مؤلف درود تاج کا یَآیُّھَا الْمُشْتَاقُونَ بِنُورِ جَمَالِہٖ کہہ کر عشاق کے شوق دیدار کی جانب اشارہ کرنا کس درجہ حاصل حُبِّ رسول ﷺ ہے، اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مگر دیکھیے ستم ظریفی یہ کہ مولانا جعفر شاہ پھلواری کو اس خطاب پر بھی اعتراض ہے سنئے ان کے الفاظ:

"کس مبتدی طالب علم کو یہ معلوم نہیں کہ "مشتاق" کا صلہ "الیٰ" ہوتا ہے "ب" نہیں ہوتا، اتنی بھونڈی بھونڈی غلطیاں کوئی اہل علم نہیں کرسکتا۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا جواب دیا ہے:

یہ اعتراض علامہ صاحب کی لاعلمی پر مبنی ہے کہ یہاں "المشتاقون" العاشقون کے معنی

پر متضمن ہے اور عشق کا صلہ ''ب'' آتا ہے ''الیٰ'' نہیں۔ قاموس میں ہے کہ ''عشق بہ'' (قاموس جلد سوم صفحہ 265) نیز لغت کی مشہور کتاب (تاج العروس جلد ہفتم صفحہ 13) اور اقرب الموارد (جلد دوم صفحہ 786) ان سب میں بھی عشق کا صلہ ''ب'' ہے۔ آگے قبلہ کاظمی صاحب فرماتے ہیں:

شاید پھلواروی صاحب اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب کوئی لفظ دوسرے کسی لفظ کے معنی کو متضمن ہو تو اس کے صلے میں وہی حرف آئے گا جو اس دوسرے لفظ کے صلے میں آتا ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر 187)

''کس مبتدی طالب علم کو معلوم نہیں کہ رفث کا صلہ ''ب'' آتا ہے ''الیٰ'' نہیں آتا؟

''لسان العرب'' (لغت کی کتاب) میں ہے: وقد رفث بھا

(لسان العرب جلد دوم صفحہ 154)

چونکہ آیت کریمہ میں لفظ ''رفث'' افضاء کے معنی کو متضمن ہے جس کا صلہ ''الیٰ'' آتا ہے۔ لسان العرب میں ہے افضیت الی المراۃ (جلد دوم صفحہ 154) اس لئے آیت کریمہ میں رفث کا صلہ ''الیٰ'' وارد ہوا۔

حدیث شریف میں وارد ہے: صرف قلبی علی طاعتك ۔ (مشکوۃ صفحہ 21)

کس طالب علم مبتدی کو معلوم نہیں کہ صرف کا صلہ ''الیٰ'' آتا ہے ''علی'' نہیں آتا مگر چونکہ یہ لفظ ''ثبت'' کے معنی کو متضمن ہے جس کا صلہ ''علی'' ہے اس لئے حدیث پاک میں ''الیٰ'' کی بجائے ''علی'' وارد ہوا۔

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى مَنْ صَلَاتُكَ عَلَيْهِ بَدَءَتْ حِيْنَ بَدَءِ الْمَلَكُوْتُ الْاَعْلٰى ؕ

اے اللہ درود وسلام اور برکتیں نازل فرما اس ذات گرامی پر جو تب سے تیری بارگہ کرم سے درود وسلام سے بہرہ ور چلے آ رہے ہیں جب سے تخلیق کی ابتدا ہوئی۔

سورہ احزاب میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؕ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 56)

ایک قول کے مطابق دو ہجری میں یہ حکم آیا۔ ابنِ ابی الصیف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابنِ ابی الصیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ماہ شعبان حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا مہینہ ہے کیونکہ درود بالا والی آیت اسی مہینے میں نازل ہوئی۔

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے مراد ذات الٰہی کی خاص تجلیات کا نزول ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ سے یہی مطلب ہے اور جب ہم اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد کہتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا کہ اللہ! حضور اقدس ﷺ کے نام کو دنیا میں عظیم المرتبہ بنا دیجیے اور آپ ﷺ کے دین کو غالب اور آپ ﷺ کی شریعت کو باقی رہنے والی بنا دیجیے۔

درود تاج پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ درودِ ابراہیمی کے ہوتے ہوئے کسی اور

سَیِّدُنَا نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ ﷺ سَیِّدُنَا نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ ﷺ

درود کی کیا ضرورت ہے جب کہ درود ابراہیمی عبادت کے دوران تشہد میں پڑھا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا تعلیم فرمودہ ہے؟

یہ کم مائیگیِ علم کا اعتراف ہے ورنہ اگر ان معترضین نے اپنے مطالعے کو تعصب کی عینک اتار کر وسعت دی ہوتی تو نتیجہ اس کے برعکس ہوتا۔

صحابہ کرام حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود شریف پڑھنے کے طریقے دریافت کرنے کے لئے سوال کیا کرتے ۔ اس سلسلے میں مختلف اور متعدد احادیث دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے انہیں وقتاً فوقتاً جس طرح درود شریف پڑھنے کا طریقہ بتایا اور بعض لوگوں نے حضور سیّد عالم ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر آپ ﷺ پر درود شریف پڑھے ان کی تعداد بہت ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کے ذریعے اکتالیس درود شریف نقل فرمائے ہیں جن میں بعض طویل ہیں۔ ان میں سب سے طویل درود شریف حضرت زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ہے جسے آپ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ درج ذیل درود شریف وہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک چادر کے نیچے جمع فرمایا تو یہ دعا پڑھی۔ میں اس درود کو نقل کر رہا ہوں:

اللھم قد جعلت صلوٰتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك علیٰ
ابراھیم واٰل ابراھیمؕ اللھم انھم منی وانا منھم فاجعل
صلوٰتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك علیّ وعلیھم

''اے اللہ! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحم فرمایا اور رحمت و مغفرت فرمائی اور ان سے آپ راضی ہوئے۔''

(پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا):

”اے اللہ! یہ سب مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں لہٰذا آپ مجھ پر اور ان سب پر رحم فرمایئے، مغفرت فرمایئے اور راضی ہو جایئے۔“

(بحوالہ القول البدیع امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ)

درود تاج کا اختتام قرآن کی آیۃ درود سے ہوا ہے یعنی قرآن کی آیت اَللّٰھُمَّ سے درود تاج کا آغاز ہوا اور قرآن کریم کی آیات صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پر ختم ہو رہا ہے۔ قربان جایئے اس حسنِ ترتیب کے جو خاص کرم ہے مرتب درود تاج پر حق سبحانہ وتعالیٰ کا۔

یا اللہ کریم عز وجل تجھے اس درودِ تاج کا واسطہ اور اس میں مذکور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے اسماء گرامی اور صفات عالیہ کا واسطہ، آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے نورانی چہرے، حسین آنکھوں، مبارک ہاتھوں اور مقدس جسم مبارک کا واسطہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر نورِ نظر سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی چادر تطہیر، شرم وحیا اور قول وعمل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا واسطہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین سلام اللہ علیہما کی جرأت وبہادری اور اسلام کی راہ میں ان کے ایثار اور حق پر استقامت کا واسطہ، مال، اولاد اور جان کے ذریعہ گلستان اسلام کی آبیاری کا واسطہ، ہماری اس عاجزانہ عقیدت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرماتے ہوئے ہمارے لیے اسے دارِ آخرت کا ذریعہ نجات بنا۔ درود تاج شریف کے طفیل میں حشر کے کڑے دن عرشِ عظیم کا سایہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لواءِ حمد تلے جگہ نصیب فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفت دفع بلاء ووباء اور رفع قحط ومرض کے وسیلہ سے ہمیں قیامت کے دن کی ہولناک آفات وبلا سے نجات عطا فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے جام کوثر نصیب فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین

مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان